دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت: دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت: ۳۰ روپے

مِلنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع، مکان نمبر 156-7-17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد اے پی
- حسامیہ بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد

- دائرہ الکٹرک پریس حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے۔ جس کے معنی "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱. فعولن فعولن فعولن فعل — بحر متقارب مثمن محذوف الآخر
۲. فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان — بحر رمل مسدس محذوف
۳. فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فعلاتن — بحر رمل مسدس مخبون
۴. مفاعیلن مفاعیلن فعولن / مفاعیل — بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
۵. مفعول مفاعلن فعولن / مفاعیل — بحر ہزج مسدس مقبوض
۶. فعولن فعولن فعولن فعل — بحر خفیف مسدس محذوف
۷. مفتعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات — بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالی نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کارآمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کش مکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگاری کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبن کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاء الدین خلجی اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہوگئی تھی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کرکے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دور حکومت میں شیخ آذری نے بہمن نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشو و نما پاکر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوسرہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعۂ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دور انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی تین

خوش نغز، اور معز مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ میراں جی خدا نما نے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ معز مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علماء اور فضلاء مورخ اور شعراء عرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھ م ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دور حکومت میں دکنی قربان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعراء نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہوسکتی ۔ نیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب کو اپنی گرفت میں لیتا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھاتا تھا ۔ عبدل نے اس مثنوی میں "انمول رتن" سجا دیئے ہیں ۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرتا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا ۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے (۸۷۵ھ م ۱۴۷۰ء) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دوسو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے ۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام واکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے ۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں ۔

خاور نامہ داستانی انداز کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے ۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ھ م ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶ء) کا شاعر ہے "قصۂ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے ۔ خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یوں ہی گنوا دی اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی ہے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصۂ بے نظیر (۱۰۵۵ھ م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب وغریب بلکہ [redacted] فرضی واقعات ہیں۔
جو مثنوی کی داستانوی کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ مصنفؔ کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حسنِ بیان، زورِ کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے۔ جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔
ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے۔ ؎

امو لک نے بدل جیوں زرنگار ہے ∴ جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر [redacted] آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکۃ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لئے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد، نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مثنوی "بہرام وحسن بانو" کے عنوان سے امینؔ نے نظم کی ہے جسے امینؔ کی وفات کے بعد (۱۰۵۰ھ م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولتؔ نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن و مہیار سے متاثر ہو کر بہرام گور اور حسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکایک میرے دل پر آیا خیال ∴ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ کی فتح (۱۵۶۴ء ۹۷۲ھ) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فن جنگ کے بارے میں بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی 'میزبانی نامہ' ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا ہے کہ بسیور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے
قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "عرقاب عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب وموہنی" کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی
شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴)
اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ھ م ۱۶۳۶) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر، رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ غواصی بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تجربہ" شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پرگو شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر ایاغی تھا جسنے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی روضتہ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا مومن جسنے "عشق نامہ" میں حضرت سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعروں
نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ
ہی ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ لیکن مثنوی
کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین
خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین
خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب
سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے
اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ
احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا
اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب
شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی
لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے
سنہ ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب
شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ
بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ
قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ
تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوال نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے
عہد میں وجہی نے انجام دیا۔ ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے
دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی
جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف
تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور
طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو
غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

(دوسری)

سے بھی اپنا لوہا منوالیا یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ غواصی کی مثنوی
مینا ستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ
ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے اندازِ فکر اور طرزِ معاشرت میں مسلمان ہیں
اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے
ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ
سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔
اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی
زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے
یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء)
کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول
چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی مینا ستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی تھی
کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے مہدوی نے "مینا ولورک" کے نام سے ایک مثنوی
۱۶۶۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ نکھری ستھری ہے
قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا
اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں
کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی
"بہرام وگل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوعِ سخن بنانے
والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود
کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام وحسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں
عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔
'بہرام وگل اندام' اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور
ادبی سطح بہت بلند ہے
اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔
محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد ضعیفی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی
کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوک نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قدرتی کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائز نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دور انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحب ذوق فنون لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنف سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے مقیمی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو صنمیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لتا یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار مکند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور لکشمن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقوینلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استر آبادی اور وزیر اعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں بیشتر الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب، آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد ہیں یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی میناستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چنداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی "طوطی نامہ" نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل ہی کی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام و حسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی "خاور نامہ" ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ، میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبۂ عشق کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجاپور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستمی) قصص الانبیا (قدرتی) جنت سنگار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دلبستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری، غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھولبن، طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنونِ لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیومالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستان گولکنڈہ کے مقابلہ میں دبستان بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں صفائی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح محض شرم و حیا کی پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشن عشق میں رانی' بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماہ پیکر میں ماہ سیاہ لباس زیب تن کر کے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنونِ لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ ما فوق الفطرت کردار اور محیر العقول حالات بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائز نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیوپری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندر بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور مافوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی ممد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ - ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

لقب شاہ علی آلِ بہمن دلی   دلی بھی بہت بدھ تد آگلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانۂ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کرکے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوئی ہے شعراء عموماً وجہہ تالیف کتاب کے سلسلہ میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ؎

کہ جسے فخر دین گیان ہے دیہہ شد   پدم مکھ بانچے کلام کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ بھیرانگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اتم ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھورناتھ سے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھنوربید اور امربید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھورناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھورناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھنوربید اور امربید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک، مرتیولوک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۃ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی، راجستھانی، کھڑی اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گہر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ وکئے (اولوالامر)، سرکلاہ سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ اس آن — دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان
پرانِ آپ لے کر گئی پوچ دے — گئی سنکھاس ناگن پیراں آپ لے
کر نہار جوگی نہ کرتار وہ — سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جلتر گھال چھاس کھینچے جو کوئے — نہ سیدھی کڈھیں کو تری پونچ ہوئے
سنیا ہے کہ کرتار جس دیہہ جس — کیتے دوار بندا ایک دے کھول دس
گھر ابھی بہت جھونٹ نہ لوتی جوڑ — جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے — تہاں ہوئے کل کل جہاں ناردوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دین سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع۔ سنوئے فخر دین تو بسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "سی" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع۔ نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو۔

ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا "نا" گرا کر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ بعد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سنیا الو لگ کر اس ورتمان — سکھی آپنا جیو تو سب جہاں
نہ اس بھاؤ آکھو رکیتا بچار — نہ بیرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے الٹتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جا سکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان، ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ میں کرایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۴۹) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہوسکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کرکے ۱۹۸۳ء میں شائع کردیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرا دے　　بھو دھاتوں خدا ان کو سرا دے
جو ہے احمد کمینہ ایک بندا　　سونا ہے پاپ بن اس ھور دھندا
نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد　　نہیں اس روپ کے سنگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ　　سرن آیا سرا دن رنج تا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد　　سخن کا دیکھنے باندھیا سو یں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی "یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔" (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے۔" ؎

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت
توں تو دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۱م)

اس مثنوی کے ایک باب "شاہ تعریف بخت جود کردند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر "نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہہ خاطر کوں لیایا — نوازش نامۂ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں "فتح دولت" "عزّ و حرمت" "امان ہور امن" "کرم" اور "عنایت" کے مضامین رقم تھے "سودہ نامے کوں سراپنے چڑھا کر" شاعر "شاہ کی خدمت کو دھایا"۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم و فضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہلِ علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف و نحو معنی و بیان منطق علم کلام الٰہیات و حکمت اصول فقہ عروض و قافیہ نجوم و طب سے اچھی واقفیت تھی۔ تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتیؔ کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیائے بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)

اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتنے اصناد ہوں گے شعر کیرے — کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے
خیال و خاص طرزاں خاص لیاؤں — غرائب ہور بدائع لیا دکھاؤں
بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالوں — جو اس میں دو جگت سمار دکھاؤں
اگر تمثیل کے عالم میں آؤں — تما اس عالم نوا عالم دکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا ور مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد قلی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیا لے ناگ سر کے بال کالے — گھنگروالے کنڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوزادک ہوئے — جو دیس اس تلیں چندر نوے دوئے
آدھر دو لال جوں مرجان جوتی — دیس بتیس ۳۲ انیکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو اُن کی چھاداں پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال — رہیں زنار جوں ہل بانہہ گل گھال
جو پھولے پھول شو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی کا الزسات
قد اس کا عشق کے مندر تیں تھانب — پڑے نقتے کوں آچا کر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ حسد، ہجر، و یاس و حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں۔ زلیخا کا برہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگی کری نا مانگ کا ڈھی — نہ کہ جو نڈا کسی سو رنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کہ راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کالک لجادیں — سو کیوں وہ نین سرمے سوں سہادیں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم، اطلس، زرینہ، حریر، زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم، اگر، کستوری، مشک، چندن، کافور، برمل اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازہ، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سربند، تاج کمر بند، کنگن، ٹلکتا، نورتن آرسی پنچن بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ــــ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خوان، حاجب، بھالدار، ساقی، سیوک، داسی، غلام دائی، باورچی، شحنہ اور کتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یگانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت ۔۔۔ درے دو تار سکلا گنجھ لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

جسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ۔۔۔ ولے سبوٹ کھٹے بن کی او پھل کھائے

ثرت کام آپنا کر لیونا خوب ۔۔۔ ثرت کا نتا بھرسٹ دیونا خوب

صبا کا کام بہتر سارنا آج ۔۔۔ نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج

جہاں پانی جو بیٹھے سیل دو چار ۔۔۔ اَدِک ہوئے سہس گن پاپ تس بھار

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ۔۔۔ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسرو یا نظامی کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

تاتابع ہوں جو جامی کا کدھیں ہیں
روایت بن کہیں تابع کہیں شئیں

جسے کچھ اس کا شعر ہوے سو لیا لیا
زیادت شاعری کی فن دکھاؤں

معانی ہور عبارت کی تو فنن
اِدک لیاؤں جسے رکھ لیا اچھے ان

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتی نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا
نہیں اس بارچ لس دن کوئی جاگا

مراتبا عاشقی سب بوجتی سو
کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو

کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے
جگت میں دھن کھگٹ لیں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتی نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

گہن لاگیا لگے پھار آج یہ ڈول
نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول

خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھلیا
کر اس جنگل میں کھیلیا پھول سیلیا

احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں
بہو چھند بھند اُیم ہور چھتاں سوں

عرب الفاظ اس تھے میں کم لیاؤں
نہ عربی فارسی بھو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن — جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں بابراس کوں — پتا یوسف یکا دھن پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری

قصۂ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۴۰ اور ۴۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۷۰ھ اور ۹۷۵ھ (م ۱۵۶۲ء تا ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جا سکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ ۔ ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء ۔ ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے — کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں — پنج فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ
انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ

دکن ملک بھو تیچ خاصا اہے
تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسمیم اسداللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکا نچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے علاقائی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم و فضل اور کمال سخن سے متاثر ہو کر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعرا بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعرا کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آ ئیچ
سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے

یو سب کہتے یو سب شعر منج
کر بولاں کدھر ہور سخن کہیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے
تو یک گوہر اس دھات اسو لکنا پائے

غواصاں کتے غوطے کھا کھا کر
موئے ہیں اس سمد میں آکے غر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعرا تھا ۱۶۱۲ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہو گیا اور وہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعرا بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبدالجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدرآباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ ۱۲ دن میں لکھی تھی۔
وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دیس بارا منے   سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منے

یہ وجہی کی طبعزاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "در شرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فن شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد تعریف شعر خود گوید، اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون " بھاگ متی اور اس کا لو دریافت مقبرہ" مطبوعہ "آج کل" جولائی ۶۸۲ میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلا کر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کرداروں کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم و فنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحرالبیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین و جمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری، مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنر پسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس مصلے ہے جبریل کا ۔ سہے تل سو سبحہ سرافیل کا

مشتری میں قربانی خلوص و ایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پُر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم و فراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مشقتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راضی کر لیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق و محبت کی نزاکتوں اور نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہوکر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یو چ ہے | منجے یوں ملید اائی سو یو چ ہے
اسی نار کوں دیک میں شید سٹیا | اسی نار کے عشق میں یو گھٹیا

بنگالہ کی مہم پر جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدتِ جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ بڈھوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہو رہا تاں بی تیرا بال ہے سست | درست میں تو کہتا ہے سو نا درست
نیت میں کیا ہوں اُدھر جانے کا | نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا
بڈھیاں کوں نہ کچ عقل نانام سے | بڈھیاں کا جھینٹ نانو بدنام سے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دُعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

توں سور ہے نکو دور آسمان تے | توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے
توں شاہی کیرے بزم کا شمع ہے | توں جم جیو تج تھے میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہرداں اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھن کچھ ننھا کام نیں" لیکن مشتری کو مہرداں کی

یہ نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے   کہ سکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
ہر یک رول میرے تن پہ جیوں ناگ ہے   ستاتا تھا اول سو اب تال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابکدستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم و الم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انھیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحۂ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا   گنوا ئے خبر مطرباں ذات کا
جو عاقل اتھے وہ سو سب ہیچ ہوئے   دو پیالے چڑا کو پچ کا پچ ہوئے
لگے مست ہو سٹنے مستی سنگات   یکس کے سو یا دن اپر ایک بات
سو یوں یک دو یاراں ہوئے بے خبر   کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر
یکسوں بلا ایک اڑ تالوں سوں   گلے لگنے تھے مست ہو چھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا منظر ہے اس میں تصنع ہے شائد اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "اُسا ساں بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقع کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیان سے حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وو نہ تھا　　　چمن بہشت کا بھیں پر اتریا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر　　　پھلاں جھانکتے تھے سراں کاڑ کر
سو فارس بنگھی طوطی کیک ہنس　　　پکڑ پیٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور جوں ڈھونڈھ بن میں گھمتے اتھے　　　سو پھولاں کرے سو کھ جیتے اتھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں وو زیبا اچھے　　　کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر بیچ دسن جھمکنے　　　کہ گوہر ہے سُنتے کے حقے منے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں　　　کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دسن پات میں　　　کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دو رنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جکچ بات میں　　　کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج　　　نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں　　　اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں　　　دغا باز عیاں چلتی ہار ہیں

اُنکوں بتیاں بات بولیا نہ جائے — انو کے کنے دل کوں کھولیا نہ جائے
بتیاتا انوکوں کہو کیوں سکگر — کہ دل میں بُرے خبث ہیں مُوں اُپر
بیو پاری ہیں کس دہات کا تھر اچھے — جو بوسیں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لڑکیوں کی سوچ اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدر و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں پند و نصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے چھپائی ہے توں — گرڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اخل دند نہیں — جوانی پو بے بند اسے پند نہیں
چکے باج رنگ خوب پاناں میں نہیں — بڈھیاں میں کچھ ہے سو خاماں پو نئیں
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار — تو دولت غلام ہو خدا ہوئے یار
بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بےشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ، شیر شرزا، مرخکال بھور مرغ سیمرغ۔ طاوس مور، باز بحری کلنگ طوطی کبک جوڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میز بانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن و جمال کی رنگینیاں، تزئین و آرائش محفل عماروں کی تعمیر، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روزمرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم و رواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریق، جنسی آزادی، فنونِ لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لئے گئے ہیں جیسے راون، کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان، راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم لنڈ یا ہتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چینی اور ماچینی کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا   یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا
تجے میں وہاں دلوں گا نہال اے نار   سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکھن ملک وو کچھ عجب ٹھاؤں ہے   دکن میں سو ایسا ہر یک گاؤں ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

ترا سا برہ مجھ ستاتا اہے   سو مج کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب   کہ تا حق مجھے آج دیتا عذاب
جو سنپڑے برہ میرے داواں تلیں   رگڑ کر سٹوں دے دے پاؤں تلیں

قطب مشتری وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ واستعاروں سے سجادیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا — وہ محتاج نیں چاند کے نور کا
ہر یک خوب محبوب بُتِ فارسی — بدن جیوں جلتی اچھے آرسی
سو نکھوے میں یو شہ دائی کی یوں اچھے — کچا موتی سینپی منے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی شہ کی جیوں ماہ ہے — کہ اس دور میں کشن اوشاہ ہے
ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ — کہ یوسف کی خوبی کوں لبریا ہے جگ
جہاں پانوں دھر تا چلتا رہے — وہاں آب زم زم ابلتا رہے
انگوٹھی سلیماں کی تجھ ہات میں — کہ تاثیر عیسٰی کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ؎

سلاست نہیں جس کیرے بات میں — پڑیا جائے کیوں جز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من — وہی نقش پانی وہی نقش اگن
ہوا رام میں، دل میں رام نیں — یو دل کیا کرے گا سجے نام نیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔
وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں۔ وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخلِ خام، وفا نزیک، منا، واقعے معزز المستید، صفے، ملما، نخش، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں — نوازش سوں پوچھیا وہ نا دل اہیں
اگر ہور رضا تو یو دل شاد اچھے — نہیں تو مرے دل پہ سو داغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پیر سب — نخی ہو دھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو بھی محققوں نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر پروفیسر دیوسنتھالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً سنہ کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواساہاسانا چرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالا نے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادہ سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے یہ کہانی مالوے کے سدھو راجا نواساہاسنکا کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیوسنتھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ۔۔۔)

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشا پردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس' وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ بن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے' حسن و دل' کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرز تحریر عام تھا وجہی نے ایک نوعمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کرکے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں. سب رس میں وجہی نے انشاءپردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کرجاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے. اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے. داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانایاں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات، صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّابِرِین

سب رس میں وجہی نے ہندی دہرہ بھی درج کیا ہے.

پنکھا ہوکر میں ڈلے ساقی تیرے جاؤ
منجہ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بھی محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری' گھر گھالو خونا خون' اصل سے کچھ خطا نئیں کم ذات تے وفا نئیں ادھر بات ادھر کرا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت، حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمۃ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں

سیف الملوک و بدیع الجمال : لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے ردوبدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نومشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آ گئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۲۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں   کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا تھا۔ گلدستہ عشق" نام رکھا تھا۔ سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادرالکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم لزل نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھالیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کر کے ان دونوں کی شادی کروا دے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمران تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کواڑاں کھلے سب میرے نام کے کھلے پھول مقصود کے کام کے
مرا جیب بلبل ہو بولن لگیا چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا وے یار	کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے رزم اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مد نظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

ابنا قد لمبی ناک چوڑے بلاخ	دلیسے غار کے ناد لبداں فراخ

بڑے ڈانگرے سار کے کان دو	اجڑ کر کرے گھوڑ جو راں دو

انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے	خوش انگلیاں میں پہناڈلے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور ڈائن کی خطرناک حرکتیں غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشمکش اور سنسناہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موقعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمال فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کے خانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدرآباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں
سیف الملوک و بدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکنی کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا گیا۔ دکنی کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔
سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ مہپال اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو اُبلنے لگیا　　　گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا
سراں تیرتے لہو کے سمد ور تے　　　جو دستے اتے بُڑبُڑے دور تے
دھڑاں سب نہنگ موج کے لوٹ مار　　　تھے ڈُبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (اں) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے سجاں، تشبیہاں، جیاں، دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔
غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھا ہے اور کبھی مونث مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا　　　چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کہرگ ہے آبدار　　　سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجمال میں جگہ دی ہے نمونے کے

طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں ۔ ببس، آنند، سیس، اُتم، دیوابتی، سکھ، بھوگنی کارن وغیرہ ۔ غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے ۔

'میناستونتی' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر　　دعا خلق سوں کرنا مرے حق اوپر

میناستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چندائن سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے 'میناست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا دلور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور ایپج رکھتی ہے ۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول　　کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے ۔ قصہ کا ربط و تسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہو گئے ہیں انہیں علیحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں ہی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص و ہوا کی مورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے ۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں ۔

مثنوی تشبیہہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے ۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں میناستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے ۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۹۴۹ھ ۱۶۳۹ء میں لکھا گیا ہے

برس یک ہزار ہور چالیس پر نو ہوئے تھے یو موتیاں پرو یا ہوں میں
اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد۔ دیا میں اسے تو رواج اس سنک

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شک سپتتی کا فارسی ترجمہ ہے جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی نے پینتالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی کے نام سے اردو میں لکھا ہے۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر ہوگئی ہے جدید فارسی الفاظ محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے۔ زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے۔

کھیا اے سخن سنج صاحب تمیز بچن کے سو ہے سر کا تاج عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا سچا تو ہے منظور اہل حیا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں
"غواصی تخلص در وقتِ جہانگیر بادشاہ بود۔ طوطی نامہ نخشبی را نظم نمودہ است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور یک کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست"

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دورِ حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں اس کا نام شیخ احمد بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے "ماہ پیکر" کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۴) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۲ء میں ماہ پیکر مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔ ع

کر احمد جنیدی پہ کریوں کرم   رہوے نا لوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔
مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی در خاتم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔
مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے

بنی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار   چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم الحق   ہوا ختم یو نظم جیوں مسیحی

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۶۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔
مثنوی ماہ پیکر مقبول بحر فعولن فعولن فعولن فعل میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔
احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کردی تھی اور پھر جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا | کرو راست تم خوب اسکوں پھرا
نپٹ عیب اُس کا سو مجھ پر دھرو | اگر عیب اچھے گا عفو سب کرو
نہ جانے کہ پختہ کی یا خام ہے | کرنا کام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہیرو' پیکر ہے اور ہیروئن کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ہیک نام | الہی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیتیں شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوتے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن جمیندی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالی نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزوں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک مکرن کلیلالہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلالہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جاسکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کر سکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچاکر ساتھ ہو لیا تاکہ پیکر کی آزمائش کر سکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح کے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھاکر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کر دی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں جن سے دکن کی بو باس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم ا انجرو ٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیوتی دونا کنول سنبل نرگس جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصد اولین ہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم ورواج زیورات لباس سجاوٹ و آرائش آؤ بھگت خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی فرش و فرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کرلے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر ہیز بانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگا رنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

"احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعہ ہے اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پرتو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آ سکتا ہے" (صـ۱۳)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کمی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیاں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کے یا ہور ہے ۔۔۔ کہ صافی میں بلور یا حور ہے
کہ انگلیاں بیرٹیاں پان کی ترپلیاں ۔۔۔ کہ یا ہے تو پلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پہ ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پُر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے او بر بھنوئی مثال ۔۔۔ کری کیوں اپن تن کوں مائی کا حال
نرم ہے خفیاں ردی کے مانند وجود ۔۔۔ پڑی کیوں نے پیاری اپیں کھول سود
دو دا میں شمع ہو کر نس دن جلوں ۔۔۔ ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں
بھتر کا اوے تجے سو چیناں میں یوں ۔۔۔ نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندوستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو تڈل گھال کر — کہ بیٹھے ہے جوں جھاڑ گل لالہ پر
کہ پتلیاں کی ہے راوت اس کے سیاں — کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں
کہ یا ماہ موسیٰ عصا ناگ تیوں — پٹیاں پھن پسار کر کریاں چھایاں جوں

احمد جلینیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانیٔ بیاں میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھاتا آس پکڑنا۔ انسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ھنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، دھوسا زنا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبعزاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا وہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے موں کی قبلہ سوں منج کام تھا — ترا یاد منج کو لد سوں احرام تھا
ورد ہور اوراد تسبیح مدام — تیری ناؤں کی سمر الفی صبح و شام

شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں دو شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل — اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول — و اولی الامر منکم، بعد رسول
توں ہو مہرباں منجہ او پر اے سو جیا ں — ھل جزاء الاحسان الا الاحسان
خدا کی سو فرقان میں آسیا — البشارتی کی آیات دکھلائیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت کے تتسم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں مافوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معقول حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پاتا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر "احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی، لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے"

پھولبن: شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشاپرداز تھا۔ پھولبن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اہے انشا یو میرا اصل دایم　　طبیعت کوں میری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں میں ا طبع ہونا　　لگر میں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھولبن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی　　بساتین کی کیا سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بد دعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگایا — دونوں پر سول انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول اد — ہوے پھر آدمیاں کی شکل سوں اد

پھولبن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقلِ روح کا ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پاکر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کہ وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جسے ملکہ نے پیش کیا ہے۔ وزیر نے کو دکھانا تھا کہ جھٹ قمری کے روپ میں آگیا اور ادھر طوطا جو در اصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہوگیا۔ جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راؤ پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے غواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے

پھولبن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک اچھی مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پر ترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمالِ فن کے اظہار کے لئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالتزام ان کی جاندار تصویر کشی کی ہے۔

باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہوسکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — بندے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول پل دستے تھے اس دھاپر کر جون چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کیے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھئے :

اگر اچھتا تو ہارے کا ہراتن   میں اڑ کریاں تے لے جاتا کر ہرتن
کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں   وہ انکھیاں تاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہو سکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی   نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اسکے سرکاں   سرک میں دل کشائی کے اثر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے گو   وو کالی ہے لوز محراباں کے ادپر
چندر آدھا کھل گرمیں پٹانی   چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے پلک، نین، آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھڈی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکارگاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمیں دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کہتے پرندوں میں باز بحری شکریاں شاہیں ذکر اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے دانہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سو حق کرتا نہیں ہور ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کہے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام نہیں پڑتا ہے پچ بے مشورت کام

تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشا پرداز تھا اس لئے تشبیہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے بادل کلی ماہو کو لا لا دسیا اس میں لگے تیئوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہو سکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادری کا احساس تھا لکھتا ہے

زبانہ نا سمجھ کر قدر ہیرا بچھایا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدر داں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ؎

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج نہ کر سے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہ ہے کہ پھولبن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق :

نصرتی بیجاپور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کچھ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور کیا کر کتا بال پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مرا شہ جو تھا یک اہے جوہری ادشہزادگی میں اتھا مشتری
مری طبع کے گھن کو قابل پچھان نہ کوئی گھن ہے کر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اکثر اثر مہر کی　　رکھیا مجھ طرف نت نظر مہر کی

روضتہ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری نے لکھا نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحمٰن فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلۂ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ　　جا کے جنت کے گھر میں خوش ہورہے
سال تاریخ آ ملایک نے　　یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر تکیہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

'گلشن عشق' نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے یہی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں 'مدھو مالتی' کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی 'مہر و ماہ' کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چمپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گیر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہوسکتی ہے

سا تو پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سو گئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہو گیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندر سین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندر سین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہو گئی۔ چندر سین کی شادی چلپاوتی سے ہو گئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک با کمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے تھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر یخ سہل شکر ہوتا تے دسیں ۔۔۔ تھمیں جو نگ سیوں سونف دانے دسیں
ادک تے کی سردی کا آزار ہو ۔۔۔ نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سرفراز ۔۔۔ نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اوڑ لوڑپن لحاف ۔۔۔ ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑتے تو پنکھی تس کدھن پر جھلک ۔۔۔ پڑے برف سوں پر ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں جو سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ جو بیز دانتوں کی طرح کے جگمگاتے دیئے، دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہاویں قصوراں ہے عالی محل — کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل
جسے خشت کاری کوں شمسی سونا — جسے گچ گلاوہ چندر کا چونا
جسے سرخ چو بینہ مرجاں کے ناد — جسے قطب نے خوش بلوریں عماد
دلیے زیب جن پر دل افروز کھن — لگائے سو کندن سوں خوش لوز تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب نیز بیانی کے طور طریق مختلف پکوان جیسے سزعفر، تنبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، قلیہ، کوفتے، لوز (دو پیازہ) کبتھلی، پورانیاں، سنبوروے، کھیر اور شکرپارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، غلیفی، جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلپیاں، ریوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی لطیف نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا ہے۔ بادشاہ جب جھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لا کر کھانا کھلاتی، پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے۔ بادشاہ جب بیمار اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھائی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے۔ چندرسین دوراندیش ہوشیار اور بہادر ہے۔ سراپا نگاری میں بھی غواصی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے۔ نصرتی نے گلشنِ عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن و پریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کش میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے

کہیں جب روایت کیا حسب حال کہیں طبع کے سلے چلیا خوش خیال

وجہی، غواصی اور مقیمی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعرا نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے۔ کہتا ہے:

وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنوار

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام دھرے فخر ہندی پہ مدام

ہیں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پا کہیا شعر ایسا دو لونن ملا

دلویں داد سن فارسی شعر دل جو ہندی سنے بی کہیں دل سوں ہال

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گماں ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادر دل سخن ۔۔۔ جھلکتی تھی جیں صاف ایرک نمن

بتیسی جو یاقوت بی یاد آئے ۔۔۔ انار اں کے دانے دکھیت رشک کھائے

شہزادی مہ مالتی کی تلاش کے سلسلہ میں کوئی ۵ ے ملکوں کے نام گنائے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔

نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں:

بڑے درد میں کا ہے درد اشتیاق ۔۔۔ ادک مرگ تے کیں تو سچ ہے فراق

کو کرتے رہو شکر پروردگار ۔۔۔ کہ یک دکھ کیں دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن " فعولن فعولن فعولن فعول" ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جیسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور جزل جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزم اور بزم دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ :

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جیسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان ۔۔۔ کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۶۶۵ھ میں لکھی اسی مناسبت سے " علی نامہ " اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۷ سے شروع ہوکر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کئے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سبب نظم کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

تضمین ہے ہر بزمیہ دل نشیں   سر رنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیوا جی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے سیوا جی کی سرکوبی کے لیے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے بعد جنگ ملغار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے دکنی کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحاً نصر من اللہ بیت الشرف شب نوبیں درج عقیدت جوہر جان شہر گشت شمشیر برداری زاغ مردار خوار صورت حرام، شغال و گرگ وادواہ فلک اجد ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں، ترنگاں دابتاں اتنیاں صدراں مہندیاں ڈک بھینارا تالاں کہتے رہیا سکیا نیچہ۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا میدان جنگ کے منظر میں جرات و شجاعت غیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میمنہ میسرہ قلب لشکر اور سامان حرب و ضرب گھوڑے سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دبدبہ کی جلتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں ۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بالنے بال ۔ دسیا ہوا جھلے تو ادے کا حال
سورج یوں شہ ضمیر آنگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل ۔ تو یک گلزار ہے ہور اد بچارا پھول بادل کا
دسیں اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور ۔ کر جیوں ناچنے پر کو لایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھا دیا ہے۔

پٹاپٹ جو گرتے چلے ڑنڈ منڈ ۔ لئے ست ہاتیاں نے گرداں تنڈ
شپاشپ جو برچھیاں موٹھیاں تے کھلیاں ۔ دیا کئی سواریاں کوں اٹھیاں سولیاں
کھڑا کھڑ کھلی پر ہو یک حال کا ۔ دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرارِ لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیان اور مختلف اصنافِ سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اسنے گلشنِ عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہمات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہیکہ اس وقت نصرتی میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راو

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ

۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء م

کے درمیان لکھی گئی

از

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا رائے پاٹنگ پھہانا دھلائے — کہ چک دیہ کر رات منج دیک کھائے
یرن دیہہ چک آج نکھند رات — سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
گلن سار کے منج کتنک ارد گان — زنب راؤ رچپنتار بے سمان
کتنک بھار بیتا دھروں راہ کیت — کر رند بندھ باندھوں سراسر سبیت
نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت — کھلے چند سورج کتک راہ کھیت
بہت بول نہ بولی سوں بد ہوا — نہ کو یک کروں دیس بن راتوا
گئی دو پہیر رات رام اور رام — رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام
کدم راؤ ایسا ہوا کھتوی — جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اڑتری
کدم کے بجے جو ہوں سانہ کرو راندری — کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی
کہ جے منج نہ ہوتے کرتا ادر ڈر — کدم سوں کتنک جگ بھگوں بکڑ
ولے مار بیری سیندوری کروں — نہ بیجھو کیہ ابیر جھنکر دھروں
تجلیس بیں کہیا آج راماں منجہ — کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ
دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات — نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ ابں آن
کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھارا — ادھا آج کہردں کلنتر ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کرا کھیپ چلیا پدم رائے ناگ — چلیا ناگ دھرلے کدم رائے ماگ
چلیا ساندرے ساندرے ناگ دوات — سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
ہر اکر نگر جائے بیٹھا نکھند — کرن رائے کا بیس بن راج دند
سرہانیں دھرے دیکھ کر پان پھول — کہ کیا نول میں ہیس کر رج کول
بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ — کہ جب پھول بے راؤ تب دیں گھاؤ

یہی جنت ہمیں راؤ باسک پدم ۔ کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پاسے جانچی اٹھا جاگ رائے ۔ کری جوڑری راؤ کے جانب پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بل ۔ ہمیں جیو ناں جرم تجہ چاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر ۔ کہوں بول کا بول دیوں اتر ۱۱

گفتن کدم راؤ از قضیۂ کوڑیاں و ناگن بارانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِرنہ آدھر؟ ۔ کہ دھن بات سنا بات یک چت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند ۔ سو ہمیں آج دیکھا تری چھند بند
وہی چھند جب ہیں دیکھا جگ منیں ۔ اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دگ منیں
سنیا تھا جو گن پر دیکھا آج انگ ۔ نہ راھا تنھیں دیکھتیں نین ننگ
سجات ایک ناگن کجات ایک ساپ ۔ اسنگت دیکھتے تھیں لانپ جھانپ
جو کرتار مجکوں کیا ہوئے راؤ ۔ اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انیاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہا یا نکھار ۔ اسی ہٹار کھو رس کیا شب تہار
گئی تھا اس ناگن پران آپ لے ۔ پران آپ لے کر گئی پوچھ دے
نہ مارت گیا ساپ یک کوں دکھ ۔ تجھس کو تنا ساپ بن دون دکھ
نہ مرتا جو کھورس نہ کرتا پتال ۔ بلی دود دیکھا نہ بر کا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجائے ۔ جو ہاتی کرے مکھ گانڈانہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں ۔ نہ پتیاؤ ناں نہ تیسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اچھار کوں ۔ مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہاگی کی آج ناگن کنار ۔ پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ منجہ من بھگیا تری نانو ۔ کہ جے اچھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
نری نانو کا ان آجے ان ہوئے ۔ کروں نہ اور گن مروں جیو کھوئے
چھری ات کتدن سی کہ جے ہوئے ۔ اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دوھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی — ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ گرگئے بول اچوک — دوھا دود کا چھاچھا ہوئے پھوک
جنہیری سری ہت کارن سنور — بیبی دیکھ تس ہت بھوگے بھنور
پرا پت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے — مکوڑا کوں کچھ چو کھنڈ جائے
نہیں فخر دیں دیکھ انیاؤ راؤ — کہ بن دوس دھن پر ہری دکھلاؤ
نظامی دھرم دیکھ کیوں لاؤ دیے — کہ پت ورت گن پات دھن سو کیے

عرضداشت رانی بار راؤ

کر جوڑ دھن پات بنوی سنار — کہوں نہ جے سنے راؤ ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ — ولے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
چلو بپار سیتی جو پر کور دشٹ — نہ اُتم نہ مدھم سپورن کنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے — کسی اونچ دکھلاؤ تل کھینچ لے
کہ جسے دوس ہے جیو اتال لے — نہ پرونس کا دوس منجہ دوس دے
کوں پرس جونا گرے پاؤ تھیں — کوں دکھ جونا ڈلے پاؤ تھیں
ردی گھانس تھیں آگ جھانپی جے جائے — تب او گھر کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا چند لس بھی کلنک — نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے — کہ جب لگ پڑے ایک سر کار دھائے
تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ — منجہ انجھول پایا نیں جو سر پیٹ لیہہ
کہ جیوں دوکھ سر کھنڈ پر مل دھرے — سو بھی دکھ جو بھی سوکن دم کرے
تریا جات بس (اور) میری سجات — نجانوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں پرک اس جسے بھا سنا — نہ مانوں تری اس جسے کا سنا
نہ سس بھاؤ نہ پاس بیسی جمک جیے — نہ ہت پاؤ کا لک بھرا لیجیے

نہ سنیا اہوگ کہ اس ورتمان — سکھی آپنا جیو توسب جہان
براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج — گیا اج تھل دے سنور آپ کاج
نہ تجہ لیوت بدہونت نہ بہیرل — سنور کون تجھنے ترا راج دل
جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو — نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو
بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے — کہ جم جم بھلائی قفا تجہ رہے
کہ جے فخر دین گیان ہے دیہہ سدھ — پدم مکھ بانچے کدم کون بدھ
کہوں سدساچی نظامی دھرم — پدم سب سنے بات بانچے کدم

بازگفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن — کہیا ساچ تیں بھید بت ورت گن
ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں — اسنگت کے وہ من لگے بھی نہیں
بھگے ہت کوں کانٹے سوں باندجے — بھگے من کوں بدھ کوں ساندجے
نہ جیوں تار سالے تتی کانٹ ڈے — تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے
کہ جب لگ بھگے جیو لتس گانٹ دکھ — اتیسری کرے جیونا دیوے سکھ
اچنبا نہ ہوتے گھنٹ جے ہوئے دھر — اچنبا رہے لوگ سب جے ہوئے کھتر
مکھی کھائیں نہ مرے کوئی ٹھانو؟ — مرے ململے جیو سنمکھ نانو
گھرے کوئی ایچار ناچار پاپ — نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراج باپ
کیبط بھاؤ تیں مجہ اٹھے سیس اگ — بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ
مجھے سکھ تب ہوئے دن تیں بھر — سیحون چلے کوئی سجے ست پر
بکھیر وہوڑنے دیکھ کر آپ وس — چٹری مل چٹری (اور) ہنس (ل) ہنس
مہریا ....کون سنگت پڑے؟ — نہ خرفاختا جفت میں کم کرے
سیاناں کرے سدھ سوں بدھ کن. — گنوارہ کرے گن میں جیوں پون

کہ جیے گا دھرا دلک پردال کھاتے   دھتی دا کھو بن کون تس دیہہ کھائے
ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ   نہ یہ گا دھرے جوگ نہ رائے جوگ
اسنگت کہ جے کوئی برا کچھ کرے   مرے سولی چڑھ کر کھڑگ تل مرے
نوال آدھک مکھ لبناں نچاتے   نہ جوگت ایس کام کرناں نچائے
بھلی جات تھی جات ناگن سنجات   کلنک آپ لایا کمجاتی سنگھات
تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی   بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی
تری مت ہوئی مت پرکب لگ   جو دوجا نہ دیکھے پرکھ تب لگ
نہ جانے پرکھ نار کے چھند بند   کرے دشٹ تل ہت من ماز دند
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوتے   تہاں ہوتے کل کل جہاں نار دوئے
لسن مشک کی کھان چھانی جے جائے   تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
مرد استری وہ جو پر پرکھ تل   کدل دیس کر ہوتے تس تل اول
سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ   مجھے آپ سو یاد رکھے تب لگ
اروگن کردں بول سن برلہ ایک   بادلا ہوا جیو رکھے جو جھیک
کردں بھاؤنا جیو کالا ہ چک   اجادن جے سر دیہہ سر داہ چک
گیا پور بٹن جو بھر پور ہوتے   پڑے ایک چنتا تکن چور ہوتے
بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے   کہ جس ٹھار پاین گئی منجہ تجھائے
کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں   کہ ربن کھو دماریا نہ مکھوان لیوں
کدم راؤ آنکھے سنی بات دھن   کرے کن با سکھ تھیہ آکرن
جنش میں مکر کے گیا چند روپ   حبشنی جنت آ حبشنی سروپ
کدم راؤ گرڑوا سمندر کھیر   رتن دین مکھ سمند کھولے اہیر
کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا   کروں آج ہوں تجہ مکھ جھانرا
کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن   نہ تھا تیسرا دن حبرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتا رساک
کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ

کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے
کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے

سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان
نہ تھینیں بھن مت نہ لیہہ پان

کہ بن مت کچہ کام مت کا کرے
جے دھن لے کرے کام بس گر بھرے

نہ لیکھو تیسے مت جو دوئے من
سرا ہے دھن ارماد من باوے حن

تیسے مت لیکھو کہ جو الجھان تنھار
کھڑا رہوں دنہہ پاؤ دے ہت ادھار

سوالا کھ منج لاب ایک بول تجہ
سوائے کہ دھیں تیں کہیا کھول منجہ

جیں آس دھن ہوئے ہت بن نہوئے
کہ ہت بن نہوئے اور ہت بن نہوئے

سیانا کہے اث بدھ ونت توں
تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں

گنوارین کرے کن میں بدھ (یوں)
یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں

کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر
دہوں کا کہوں بھاوتا جت دھر

کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان
اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان

کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک
کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں مک لیک

پدم راؤ سکھی ہوا اس سنبد
کہ ہنکارسی راؤ منجہ جد کد

کدم راؤ کہیا پدم پت کیا
کیا ہت پر ایک سنگت کیا

کہ جے تھا نبنے رائے منجہ پیار کر
سو سر کھنڈ کستوری لے دت

دھرے سیس پر ست منجہ بول لیہہ
کرن اکرن تھا تو جے بول دیہہ

سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ
سو کندم کروں تا تو سنسار منہ

کدم راؤ سے کھنڈ کستوری مل
پدم سیس پر ہت دھریا ادھل

تھا آد بھیں ناگ کے سر پدم
تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم

جرالی کہیا کوئی کیا آج جول
تل او پر سبد کے سد دیک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کد نہ است

ددی رائے کرتے تنو د آپ منجہ — تلاوار لے سور دلے سات منجہ
پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں — کرے گن جے رائے بنتی کروں
دُنیا میں جے تجہ کال کما ہے کا پاس — نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
تجو کالا رہے کوئی نہ بھوک آج — سکے راؤ توں کیوں رہے ان باج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس — لبھا ہے ایسی آپ کرتار دوس
رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر — تل اوپر ہوا لوک ہیرا انگر
کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ سکھ — سکھی تجہ ہوا دیکھ منجہ ہوئے سکھ
اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے — بھلا جو کہے گھاتجی ہوئے توئے
نہ دے ان جے سکھ توں جیو بھاؤ — نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کرنیاؤ
کدم راؤ کہیا پدم راؤ سن — کہ جے ساج مانے کہوں آپ گن
سیوا سا کھو پر دلیں نہ باج ہوں — اروگن نجا نوں بتر راج ہوں
کراد آد واد و تہیں ریت ہم — سنتر چلے ریت ساساں جم
دسا اور بیرکھو ایک دوت آن پاس — اروگن کروں دان تس دے اداس
نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ — اروگن کروں دوت لے سلیح بھاگ

گفتن پدم راؤ مصرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم وغیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں — کہ جے جگ سنے راؤ سیوا کروں
جگتر بھوند انہ ہنکار پاس — کہ ترت آس مدے بھوند کر جائے نراس
بھوندا دھرے من بہت دشٹ بھاؤ — پسارے اگر پیٹ میں بیس پاؤ
بھوندا جو پاوے سلک جگ رائے — نگے سانپ کوں جان دو بیکھ دکھائے

دِسا اور پرکھ من دھرے بہت بھل — کہ مکہ بھول دے جیولے یاہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا — سیوا سا کھا اس بول جو منج کہیا
سہی بدھ گر توں جو کرتار دے — وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ — بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں — بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کون
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے — لتے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں — جو پر دیس ٹھگ ڈرے وہ ندان
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے — کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک — پرایت سکیں لگ مکہ یاگ ٹیک
بھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات — سکے توڑ کر چک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں — بھوندا بلد ورت ارو گن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نکردد

پدم راؤ ادبھا ہوا چھات لگ — بناتی گئی تن پہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈردوں — کہ جے راؤ انکھیں بناتی کریں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن — کہ یہ کوڑ بانی دھرے بہت گن
نہ بتیاؤ توں جم سہدیس منجہ — وہی لوگ سہدیس ریھیں منجہ
بہت بھید کا لوگ ہے راج کاج — بہت کا ترا کی دھرے کاج راج
کرے انکھ ادجھل بہت چھند بند — کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو چند
کرے گھات کا کام دھنورت بنی — ملاوے سبھا لوگ سنگت بنی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے — نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رجنگی تہیں جانتے ہیں کر
اٹھے جھونپڑی تھی لگے دولہر

بکھر ناں کسی کستی سات ہت
کہ کست اسکے جاگ گیتھا رگت

نہ جھاڑی نہ بونٹے ڈرے باؤکوں
بڑا رکھوڈرے مت پڑے بیرسوں

کہ جے دیدھے ات بل ہت رو
ادے نہ کدھیں توئے بن گھوگھرو

جو کچھ ملیں کہیا بھید سہدلیس نا
کہوں اب کچ بھید پردیس نا

نہ نیڑے ایسی آن جگ کا پڑی
نہ پتیا وجوگی تڑی تا پڑی

نہ جوگی رہے جرم مدماس باج
نہ رکھے تسے کوئے کنک آس باج

جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن
سوتلتل کرے کرت جوگی لچن

بجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول
پلاوے تجھے آن مت مد بھول

گھڑی کھاند کا سکھ مد ہیو ناں
خماری کیرا دکھ لے جیو ناں

سرب لول میتر پنا جد گھرے
دھنی راج کوں ہیو ناں تد گھرے

نہ د نہ گھورن اچھر کوئی بانچسی
نہ مد ہیو کر کوئی دھن ساچسی

کہ اس لبت تھیں ہات دھوئے جکوئے
نہ گوگا ندا میں ہوئے دسرا ہوئے

جو تس نکھن کرا ہوئے تن ؛
سوئی تن اسے لوڑتے دھن لسن

بہت جتیں من دھرے جوگ انگ
نہ جوگی تجھے بھنگ جیو کے ابھنگ

کہاد ن ملگ کہو(ن) ہاں جوگی پتھال
کہ جنتا کہوں لانجہ نہ باج ہاں

ولے ایک گردوت جد بار دیہہ
بجن کھنڈ سنبھال پردار ایہہ

نہ مانوں کنک وہ جسے سنر ہوئے
کہ جب سنر ہوئے وہ کدھیں تھر ہوئے

کہ جے بار نہ دیہہ یک دلسیں رائے
چلی وار تا پینک لو کھنڈ جائے

بکھ جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے
کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تبیسا کردں کام جس تھی ڈردں
ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول
ڈڑوں نہ کدھیں دُکہ جو بن بجائے
جلو جو بن اینچیا اچھا را جو لیں
اسی جگ میں جو بن ادیں امت مت
بُرا جو کرے سو برائی لہے
جو نیکا اچھے ترن ہنی رکھ کوئے
(جنتر) گھال چھاس پھلنچے جو کوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے
نہ تھک تھک پیا چھوڑسی جگ تھک
جس ادا آدھیں ہوئے سندیہہ کن
ادو ہوئے پنجم کہ روپ بھان؛
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
سدا کال پاچھے رہے منجھ نیر
سبھیں (باپ) پھرتن ہوئے جے ایک مول
نہ سرپار کردو دکوں ہین تاک
نہ برچھاک کا چند کوں آدڈھانک
دھرم کوں دھرم باپ کوں (باپ) ساٹھ
کہ جے پان اگلا ہوا کاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو بل
کرے گھنٹ دشماں توں لے پاس

نہ تتا کدھیں کھاؤں نہ چل مروں
نہ بیوے سیہے کوٹ نا بات گھول
ڈروں جب جو جیتا لہے پرت اپائے
جو جوبن اچھیں پرت بیوہ پڑھیں
نہ برھے کیسے سوکس بن پرت مت
ابل کا نٹھ یا نڈی جو آئیں لہے
سو سیدھا کدھیں رکھ بڈھن نہ ہوئے
نہ سیدھی کدھیں کو تری پو پنج ہوئے
بکاین سہنڈ نیب میٹھا نہ ہوئے
ہنوسی کدھیں یا نڈ ٹو پنک لگ
بھلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
نہوسی کدھیں پانچ آنگل سمان
مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
نہ بیٹھے کدھیں کھان بانچے سر پر
رتی کوئی نہ مول لے گا نٹ کھول
سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک
نہ گھن کیت کے مک سنو رچھانک؛
ہنولا نہ کنسیلی پرن دیہہ گانٹھ
نہ سرباز کرنا تیسے پاج کوں
گلگت کے گیا او پنج تل پر تھمیں
کریں دشٹ تس کام پر انگ پر
رہے آس کر جرم تج بائے تن
مرے بھوک پر دار اور را نو اس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ

م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء

کے درمیاں لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند

پچھلے لوگ جے تھے یہ بوجن ہار | پچھلے کیاں کھیں خبراں سم اچار
کہ جوں یوسف بڑھے نت جیوں دواں چاند | رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند
نین ہیں نین پتلی کر دینا ٹھار | سبہہ پنگھڑیاں تھے موندھیا نین کی دار
ایسے تلتل یوں پرتوں سوں دیکھے | جو ہلتل ہوئیں سب پنگرے آ دیکھے
کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھار وکھ | جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دوکھ
لگیاں ڈالیاں جو ناڑیاں تھے انبر | فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر
کرن تسبیح جیساں سرو بہتر | جو اس ہر جیب پر کئی لاکھ دفتر
کھڑے جم جوں قرات میں نمازی | جو اس کی چھاؤں بچھے سو فرازی
وڈے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد | نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد
جو ھاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر | اسی ساعت پھٹی یک ڈال اس پر
بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات | برابر ہوئے اس فرزند قد سات
تو بالغ ہوتے لک فرزند کوں پال | عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال
ولے یوسف ہوئے جب جگ اجال | نہ ان سانت اونچی اس جھاڑ کوں ڈال
کہ تھا یوسف ات اچھا جیو سورنگ | کہاں لکڑی کوں ہوئے جیوں سوں سنگ
جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف | کہیا یعقوب کے سنگات یوسف
کہ اے میرے جنیا باپ ات مہربان | خدا تیرا کہیا مانے سبھ مان
دعا کر اس خدا کے دار منج تئیں | جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں
جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں | سرفرازی منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاوں
جو غالب ہوں سب بھایاں پر اس تھے | ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہو راس تھے
دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا | لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا
فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا | زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں پڑا ئی کوں لگے کام — نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام
قوی سٹکا و لیکن مول کوں بھار — سبھہ جگ مل کر اس تئیں سیچکار
کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند — جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند
دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تھا تب — منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھانب
جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے — ادیکھے دل اپر دکھ ٹھونبے کھائے
حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے — ولے سیوٹ کھٹے بن کی اوبھل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدرا و پرسید یوسف را خنده چه

نہیں جگ میں عجب کچھ سوتے سنسار — نین موند اس میں دیکھیں سر وسنسار
نین کھولے نہ دیکھیں یا ج یک رخ — نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ
ستا ئل میں انبر دھرتی بھولن ہار — جو اتنے میں نہ سکھے کوئی یلک مار
جسے کوتی جگ جاگتے کرتے گدائی — کرین سپنے میں بھوتیک بادشاہی
ستا سپنے میں را[illegible] جاگتا ہوئے — سدا سپنے میں بھوگی ایک تل سوئے
سبھہ جگ جاگتے جے کچھ کرن ہار — ادل آخر سبھہ سوتے دلسین ہار
زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی — بجے کچھ ان کھیکٹی سپنے تھے کھائی
سو یوسف بھی سپن تھے کھیکٹی کھائے — نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے
جو سکھ سوں یک رین یوسف ستے تھے — سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے
ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں — جنک کے من منیں پر توں شور اٹھتے یوں
اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ — ہلنی کیر اسیب پوچھیں لگیا باپ
کھیا سونے دیکھیا تارے اگیارا — سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج — کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج
جنک کھیا نہ کہ یو بات توں پھیر — چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گٹ باہر
بھوکدے بھائی جسے یہ گٹ بجھیں گے — تج آزاراں کیتے حیلے سجیں گے

جس اے سونا حیلے تھے ہوئیں گئے بے تاب — کہ بہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب
نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ قضا سن — سدا ہے سو عصا ہوئے گا سہس کن
اول تاکید سوں یہ پند بولیا — پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا
کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت — سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت
ایکبارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں — کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں
وصیت یوں کتیا اس کوں جتک تو — ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو
جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات — سو وہ کہیا سبہہ بھایاں سوں یہ بات
پڑے بولے کہ جن گٹ دو منیں تم لیچے — سوتل میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے
دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جاں — کہ یوں بولے جکیا جان سبحان
جے کچ گٹ دعتے ہونٹاں تھے بھر ہوئے — نہ لاگے بار کچ سنتیں سبہہ کوئے
پنکھرو پنجرے میں تھے چھٹے جب — پکڑ سکسیں جو اس کوشش کریں سب
دلے منہہ تھے پڑے جے گٹ باہیر — نہ سکسیں کوئی چھپا یوں اسے پھیر
جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات — کوا کعل ایک جوں سمدر ہوئے سات
سکیں ڈھابین کوئی کا منہ سبہہ کوئی — نہ سمدر رکھہ بند حس کس کوں سکت ہوئے
کہے یوں سب بڑے انتر بچاڑ ک — جو سر لوٹے سلامت گٹ چھپا رک
جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے — لگیا سینا بھمن غصے تھے تنگ آئے
کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں — جو یوں بھولیا رہیا ہے یک نخنے سوں
کچ اپنا لاب ہور نشٹ اس نہ سوجے — نہ کچ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجے
کیتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے — جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے
بھوتیک جھوٹ نت اپجاوتا ہے — بچارے اس بڈھے کوں بھوبندتا ہے
بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت — ترٹا تا انت ہمن تھے باپ کا جت
مرا ماں ہمنیں تھے باپ جو تس — سوا تنے اس برائی آچھوں نین نس
منگے جے سب ہمیں اپنی سرج آئے — پڑیں سجدے سوں بھوئیں پر پس بچھائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے — منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے
نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی — نہ کس سر جھوئیں دھریں ماں باپ بھائی
جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار — جنک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
کریں جنگل میں دن سارے شیانی — کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی
بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں — شرم راہے ہمن تھے دوستاں میں
مگر جیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے — جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے
ہمن کوں اب ضرور آکہ لگیا یوں — جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں
ترت کام آپنا کرلیو نا خوب — ترت کانٹا کھر سٹ دیونا خوب
سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں — پکیا سینا سیلے کب لاک اجھوں
بڑا ہو مرے گا اگر یہ باپ کے پاس — کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس
اپیا نیچ دیکھنا اس کا ن تدبیر — درنگ کرتیں نہ فرصت پاو سیں پھیر
صبا کا کام بہتر سارنا آج — نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جو مونکے کوں اپاڑن لوڑنا کوں — نہ چھوڑیں روکھ بلونت ہوتے لگ اس کوں
سکے بن زور جب مونکے کوں اپاڑ — نہ سو بلونت تھے ہلسے جو ہوئی جھاڑ
قراریوں جب دیتے تدبیر کارن — سبہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جسے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے — جو عقل اس میں نیٹ حیراں ہو جائے
برائی بدمیلا اب بدسنگات — جو آساں ہوئے مشکل اس ہو دسات
بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس — اجالا ہوئے جیسے دیوے لگیں دس
دلے سیچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات — جوا تدشیں نہ وہ سیچ باج ہر جات
جہاں پاپی جو بیٹھے میل درچار — ادک ہوئے سہس گن پاپ نس بچار
ملیں جب کئیں جتنے یک خیال کے سب — جسے کچ ہے خیال انو کا ہوئے ادک تب

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب ‌ ‌ ‌ جے کچھ ہے خیال انو کا ہوے ادک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن ‌ ‌ ‌ کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

یکن کہیا اسے نا مارنا کیت ‌ ‌ ‌ جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنیت

جو ماریا جائے چھپار ہے نہ یہ گھٹ ‌ ‌ ‌ کہ فریادی نہ ہو سکے موا اٹھ

نہ جیوتا چھوڑ بیری کوں جو سنپڑے ‌ ‌ ‌ کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات انپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچھ تو ڈرنا ‌ ‌ ‌ یکایک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پاڑنا ہے ‌ ‌ ‌ نہ کچھ اس کوں دکھا مارنا ہے

ستیں اس دور ایسے یک جنگل ماں ‌ ‌ ‌ جو اس میں ہیں نہ ہرت ہور باگ کچھ ناں

نہ جھراں باج پانی پائے اس ٹھار ‌ ‌ ‌ نہ دیکھے رات ہوتے بن کھن کیری چھاوں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج ‌ ‌ ‌ نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج

جو کتی دن اس منے ٹھانک کرے گا ‌ ‌ ‌ تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات ‌ ‌ ‌ ہوئے حیاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے ‌ ‌ ‌ بُری یہ مرگ سب مرگاں نیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات ‌ ‌ ‌ جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات

دھونڈیں اب دریا نزدیک اس تائیں ‌ ‌ ‌ اندھارے تنگ ڈونگے باٹ کی تیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی ‌ ‌ ‌ تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں ‌ ‌ ‌ تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے ‌ ‌ ‌ نہیں تو بیکڑا کر کر دھریں گے

یہاں تھے تو لیجائیں گے دور پھر دھات ‌ ‌ ‌ نہ کچھ سہناں تھے اس تئیں انپڑے گات

سبھہ اس بات کوں کیتے مقرر ‌ ‌ ‌ اٹھے اس کام کوں بھا کر رضا پر

درخدمت پدر آمدند پدر رضا گرفتہ یوسف را بردند

کیٹ کانٹا سلے سینے منیں جس ‌ ‌ ‌ اسے کیوں نیند آئے ایک تل تس

حسد گی مار تل جن جوں ہوئے | سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے
اُناؤل ہوئے یوسف کے ادیکھے | سبہہ نِس جاگ دن کی بات دیکھے
دیکھایا مکھ جو سورج دن دیں بار | کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار
سبہہ ل باپ کیرے بندگی آئے | جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے
نفاق اپنے جنگ سوں من میں دھر | کپٹ کر طواقی سینے میں چھپا کر
ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے | لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے
بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے | سو ہر یک باپ کیاں باتاں اچائے
یہاں لگ انپڑا ہے بات لچ رچ | کہ تنگ آئے ہمیں ٹھو دیس کھر ایچ
ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں | جنگل میں جا بنڈیں دل کی صفا سوں
برادر یوسف ہے جیو کے برابر | جو مانیں اس ہمارا لاڑ لا کر
بھولا ڑوں ستیں اسکو لجاویں | جنگل کیرا تماشا اس دیکھلاویں
کہ وہ بھو تیج بھنا تھا جو کئی دن | ہمیں بنڈتے تھے سب باہیر اس بن
اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے | تو کچھ دل کیوں ہمارے بھی صفا ہوئے
ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھن تھے | نہ وہ تھی کد بنڈیا ٹھنوا دیں تھے
صبا کھر اُسے توں بھیج سنگات | بنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات
کبھیں اس صاف میدانا بنڈانگے | کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرانگے
ہوس سوں دود بکریاں کا دُھلانگے | کبھیں ہنس کھیل ہسوں نہ دے وہ پلانگے
بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے | ٹھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر نکلانگے
سو رنگے پھول جائیں لال جن جن | کلیاں باراں جھیلاں گوندیں گن
پچھاں لگے جاتو سوں یوسف کیر خونگ | جو اسکے رنگ چڑھتیں پھول سو رنگ
ہرن اور روج پاڑ دے مار پاڑیں | پھڑت ہو باگ کا کالج اُپاڑیں
تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں | گمت اس کوں اپنوں کن شاد پاویں
جتنے جاواں سوں ٹھنوا داں کو دم سیں | نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کر میں
انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات | پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لجاون منج نہ بھاوے ۔ کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے
کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک ۔ نھنے کوں دیک کر کھاویں یکا ایک
ہمیں ہنگلے سو ہوویں کھیل کے کام ۔ تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام
جے کچھ آزار اس کے تن اُپر ہوئے ۔ سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
جو یا تر سنے وہ دس منتر کار ۔ ہر یک منتر سوں کام اپنا لیے سار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند ۔ جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند
بھڑت کیا ہے اگر جے باگ آدیں ۔ ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آدیں
بھڑت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ ہیکیں ۔ تو جتنیا نکے سوں کیوں بکریاں کوں رکھیں
سنے یعقوب جب بیگریاں تھے یہ بات ۔ نہ کیتے عذر بھی دو جا کیں بھات
رسا ئیے جو یوسف کوں لے کر جائیں ۔ ولے بہو آئیں تھے جے اس پھر الیائیں
عجیب بازی دیتے بازی کے بھانے ۔ نہ وہ بازی تھی یعقوب سیانے

برادران، یوسف را بردند و درچاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دنیاد ۔ کریں دنیا تھے بت فریاد بن داد
نہ اس کے مکر ڈو نگے کس بجھا جاوے ۔ وجیت سب کوئی کرمت کس میں بجھاوے
بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن ۔ نہ کد نکلے غٹے کھا کھا مرے تن
دوتیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار ۔ ہوا یوسف کے حق دایم نگہدار
جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے منگات ۔ چلے لے کر کرن یوسف کے تیں گھات
اچا لینے ایسے ہنستے ہوس سات ۔ لجاوے میگ کوں جوں بھڑت اس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے ۔ بکیں کے گود تھے یک لیوتے تھے
بکین کھاندے پر اپنے بسیلائے ۔ یکین پیاروں جکل سینے کوں لائے
بکین چومے پیشانی تھیں ادھر دھر ۔ نین اس کے چرن رگڑیں نین کر
نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب ۔ بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
سٹے گھاندسر تھے سارن آپ پایٹ ۔ دیسے بھیڑیاں میں ہور کانٹیاں میں منٹ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
چُبھے کانٹے جو چیرے گے سو نگ مائیں
جو کُھلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
جنوں تلویاں کو پھولوں چھائوں چوبے
بھری اُس چرن کے لوہے سوں دھرتی
چرن یوسف کے جس ٹھوئیں پر جو آدے
بچھیں بچھیں جو یوسف بینتھ سارین
کریں جب نیل آچھے مکھ ایر بھار
انوں میں جب کسی تھے جائیں آگل
کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
انوں تھے جب ہوتے باز و برابر
او جیکا دور جی زاری سوں بھاڑتے
دھریں اُزونے سوں جس کے پاؤں ویرنیں
دُکھوں تھے عاجز آکر جس پکارتے
اٹھیا اڑ راجہ توڑیا آس انوں تھے
پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
ڈوبے انجھواں منیں سوونگ کا بنیں
غریبی تھے کلیجا پھٹ کے لوہو سے
جھلیا دھاکوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
نہ کوئی اس کو تکو ڈر کر کہن ہار
یکس تھے یک ادک آزار دیویں
سٹیا دھرک ہوا پلیٹ تر آدھار
جتا کچ تلملاتے بلبلاوے
چلاتے تیں کوس اس کو انوں دھات

عجب ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے
پُھلوں پھنکڑیاں کھلے جوں کانٹیاں سوں گھونتیں
سُنا جوں چور ہوتے پتھریاں کیر گھاؤ
پتھر کانٹیاں تھے لوہے مان ڈوبے
کیا دور رو رکت مکھ لال کرتے
سو وہ بھوئیں سُرخ روی کیوں نہ پایے
نیکے مُکھ پر جو اٹھے بات مارین
گنگ جوں سور بھی پایا چندر سار
گنداویں پیٹ مکھیاں مار کو چل
ہوتے ویسے جس پیرہن بھار
مڑوڑیں کان مارین گال اُپر
ران اس پر پاؤں بیزاری سوں چھار جو
بیلنے تب جمے کشٹ ہو پاؤں دھرمیں
وٹا دیں کوب سوں مارین ہنکارے
بھریا مکھ میں رکت روجا سینوں تھے
سیہہ تن ڈوب رہیا مانی رکت بھر
کینے کرہاں سوں جوں سور جگ میں
نہیں اس کوں کوئی بس ہار وان ہوئے
ہوا بیت سیتی جھل کر مرن ہار
نہ کوئی اس بھاؤن سینے لارہن ہار
نہ کوئی دھرک سیتے آدھار دیویں
ترختا باپ کوں پکار پکار
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے
ہوگئی باپ سوں ہو را وگنو مات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک — کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک
اندھاری تنگ سانپوں سات سینور — نہ ہوئیے اس دھات بن کا فکیر بے گور
نہ اس ڈونگا تی ڈھونگے فکر میں آئے — اسے دوزخ کیرا کٹر کا کھیا جائے
بھرے سب جو کر منیڈک جھینگر لیاں سات — سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات
جو کوئی جا کر کھڑے ہوتے گنبد اوپر — ایسے کوں نڈن ہوتے دم لے نہ سک کر
سبہہ وہ بائیں یوسف تئیں جو جونے — نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے
جنے کچھ اژدہا اٹھیا فریاد کر کر — جو یوسف کو گلے معل موم پتھر
کرے نرمی انوں سیتی جتے دھات — انوں ہوتئیں نپٹ کر ملوے کیتے دھات
پھیرنے کاڑ کر لیتے تنگا کر — دستے تن جوں سورج میگھن تے کھن پر
سلول اچھے نرم دو دو نڈ نپکے — جو چھیلے جائیں ریشم تھے سر کر کھے
سو بالوں کیاں جھمرسیاں سات لٹکے — لگیں اس دنڈ پر تیریاں تھے کڑ لے
کمر اس کی جو باریک بالی کی دھات — کیسے اسکوں بھی بالوں یا دھریاں سات
اتارے بائن میں راسریاں لیا چھوڑ — سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ
پڑی بائن منیں سورج کیری چھاؤں — سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری ٹھاؤں
اُپر پانی تھے کڑکی کوں پھتر ایک — جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے پل دیک
رتن مانیک واری اس پھتر پہ — جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر
ویسے اس نور تھے اچھا ہوئے پتھرا — کہ جوں سورج تھے پانیک ہوئے کنکرا
کھلیا اس بائیں کا اندھار کالا — کھید پیریا رات کوں جوں سونا اجالا
مہکتی باس مہکے انگ کی یوں — جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں
ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پڑ کر — ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
جتے کیرے پتنگے پس بھرے سب — تھرے سر دنگ امرت اس دیکھ جب
یکایک جبرئیل اتنے میں آئے — یکیلی پن تھے یوسف کوں چھوڑا اسے
جو تھا تعویذ یوسف پانہ باندھیا — سو تھا ایک پیرہن اس ہاں باندھیا
جو وہ پیرہن سر کے تھے اوتریا تھا — سوا ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے
سو اس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن
بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا
کہ خالق یوں بشارت تو ج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے بڑے دیس
انوں کوں توں دیکھے اس تھے بڑے بھیس
سرن ستیں سبہہ تج پاس آویں
تیرے صدقے وہ دھن آس پاویں
جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے
چھپا کے اپنی نشاں ان کوں بچارنے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے
دنوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کیتے یہ بات جبرئیل
رہیا سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھیرا اموک تخت گرہ ہوئے
جو اس پر وہ اچپل تخت شہ ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی
رہیا غربت بسر اُس پائے ساتی

یوسف درچاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر
سو جیو تھے دن جو نکلیا سو را انبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر
وہاں اترے سبہہ ڈیرے دیلاکر
نہ تھی نیری انوں اوس ہور یک بائین
الیسی بائیں کوں آئے نیر تائین
پھیلے نیکے جنت یک مرد آیا
سو امریت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھو بیگ
بھگا بیاس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں جا
کیتا اس مین راسی ہیں اچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آحیت بھانا
نکل جوں سور ہو کر جگ دیپا نا
کہے جبرئیل جب یوسف کوں یہ بول
تو بیٹھے ڈول میں سٹ آپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پیر بل
پچھا نیاں جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول
نہ ہوئے اس ڈول کو لا پانی تھے یہ تول
جو کاڑیا ڈول اس بائیں منیں تھے
لگے دیدے بھرن اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اٹھیا
خوشی سوں دھن بیان امول لوٹیا

بڑے بھاگ اس جو پاوے مال کا ڈیا — سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کا لڈیا
جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا حول — سو جب جیو ہی نہ ہو تیع سف کیرا تول
ادک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا — سو سب جیو سنیج کار اس کوں نہ لیکھیا
خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھیلیا — کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول بیلیا
چھپا کر گت ستیں ڈیرے لیجا کر — نہ کھیا یک ٹھاوں اسے بھوتیک چھپا کر
سنیچی یہ پان جے جن گنج پاوے — چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے
اچھوں بھائی کیتیک بیری لہے تھے — تفحص تیں ایسے نیٹر رہے تھے
کہ آخر ہوتے کیوں اس کا سرانجام — نہ دوجا اس تفحص باج تھا کام
سو اس سوداگراں کیری خبر پائے — مکر سوں ڈھونڈتے تیشوں مانی کن آئے
جو یوسف کوں پکارے — نہ ہونے باج گر جن بائیں کیرا
چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے — انوں پر مدعی ہو کر پکڑنے
کیتے یوسف کے تیں اس ساتھ یہ جھٹ — سو پائے آن پاس تھے یوسف کوں لیٹ
سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا — نہ کچھ ہتو نت ہو سیوا ہمارا
نہیں کچھ بندگی میں دھرکی دھات — چکاتا کام ستی سات دن رات
سو آخر کام تھے بھوتیک کھوائے — چھپا اس بائیں بھیتر تھا اس کر آئے
ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن — نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن
کیتیا کاہشی کریں نت او تھا اس سات — نہیں بات آوتا ماریں جتنے دھات
نہ کچھ بیکیاں کیری پروا ہمن کوں — جتنے تھوڑے کوں مگیں دیں تمن کوں
نہ گھوڑے باج کچھ بیکے ہمن لیتیں — جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں
کھاڈیا بائیں منیں تھے جن جواہر غت — خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے — جگت میں دھن پھگت تیں کوئی نہ لوٹے
سو رج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول — لیتا امرت ہو رتھکر پال دیتا مول
ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک — سو تھا اس تیں جگت میں تمام مالک
پچھیں سوداگراں لادے سب بھار — ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در ڈیرہ خود نہادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے پرسن ۔ لیتا من پت پرس یوسف کے درسن
اچا یار سیں اس جیڑ کھن تھے اوپر ۔ نہ ٹھیرے پاؤں شادی تے زمین پر
چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک ۔ کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ
جو مالک مصر کے نزدیک آیا ۔ سو شہر مصر میں بہوتیک پایا
سبہر اس شہر میں ایسی خبر تھی ۔ کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی
لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا ۔ جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا
... تین انبر کھوے رکھے ہیں ۔ نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں
خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے ۔ اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے
کہے میرا نگر سو کہاں خوبی ۔ بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے توبی
سرگ بن کے جو پھول تانے کھلیں گے ۔ سو ان کا مکھ دیک پر توں جلیں گے
عزیز مصر کوں کھیا کہ اب تون ۔ نکل مالک کوں سامن ہونے کون
نظر سوں دیک اس نیکے نخنے کوں ۔ لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں
عزیز مصر جب فرمان پایا ۔ سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا
دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعجب ۔ یکایک ہور ہیا وہ بے خبر تب
نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس ۔ بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس
ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا ۔ کرن سجدہ الیس کے تیئں نہ بھایا
کہ یہ سر تو نہ دھر بن اس کے یے دار ۔ جو رکھیا سر سوں تج گردن پر ایکبار
عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات ۔ کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات
کھیا بن شہہ کن آئے کیوں سری گا ۔ خریدار ایسے کوں شہہ بن کون کرے گا
ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے ۔ ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے
کر دن چار اک ہما کوں رما ہوئے ۔ تو تہاکوں بھی آتی نیں صفا ہوئے
کہ بھو تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم ۔ ہوئیں آسودہ سے جو لیں چار یکہ دن دم

آتا ریں ماندگی جاگین لنگھن کی   دھولا دیں کپڑے ہور گردتن کی
صفا پاکھے سوں شہہ سیلوے کوں ٹانکیں   خوشی سوں شہر کی رخ پاتوراکھیں
عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب   پھر پا راج کیری سیلوے کے تئیں تب
کہیا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت   جو جاگے من میں شہہ کوں آگ غیرت
دنیا تیرو پ جے سب روپ نیکے   جو سورج سو نکھیتراں کے لیکھے
کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست   جو پھوڑیں دیس کا بازار یک ست
اجالا جوت ادک فیتوں کوں دلٹے   اندھارا رات کا اندھار پھاٹے
حریری کسوتاں سب از زنگاری   سُنیا جو ہر جیڑت سو رنگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں   یہ سب بازار یوسف کا بھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد ند در دریائے رود نیل

جو جے تھا دلیس وعدے کا جو آیا   سمج کھن نیل کنٹھے پر سیں اچایا
کھیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار   کہ توں اب نیل کنٹھے پر آسورج سار
سو گند باس انگ کیرا میل کر دور   جو دیسے دیہہ سب نرمل نخیل نور
بدم یگ کیہہ پر مل مرگ مد سوں   کدم کر چھوڑ سکلے نیل ندکوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُجال   دیپایا ندکوں جھاؤں آپنی گھال
جھمک ولچی جو بالوں پر تھے کھینچیا   سورج اندرے میں تھے لنس کاکر اچیا
لگایا کپڑے ات صاف تن تے   کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا   میلیا جس رات سوں تن دلیس اجالا
جو سب جگ دشت دانشار وپ کا نور   کہے امبر تھے مت آیا اتر سور
پچھانے جی کہ سورج تھے ادک تجے   نہ دے یہ جوت جو سورج نزدیک تجے
حیوں ملے دین سورج ڈراتین ہارے   چھپے اس تھے سورج تے جوں ستارے
جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا   خبر اس روپ کی اس وقت پایا
بڑے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے   کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اتر ہے

پچھلے بغیہ خبر اس روپ کی سن　　نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گن
جو اپنی دشٹ سوں وہ روپ دیکھا　　سبھہ جگ روپ ل یک یچ نہ لیکھا

بوقت آمدن یوسف در دربار بادشا زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آد تے تھے پاٹ لگ جب　　نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب
وسلے جیو کوں اکو جاتیا کیا تھا　　ہوا تکھ گن برہ جبتا سوا تھا
ہوا من مت کے تئیں من ات اتالا　　ادک ہوتے تلتل جیو کا الالا
نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے　　عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے
کری بھلا لیوں تلتل کیتے چھند　　ادک ہوئے دکھ کرے کچ کچ چھند بند
اچاٹیا دل نیٹ جب گھر اچھین تھی　　چلی بھلا لیوں جنگل سنڈ ن تھی
بہو وتیا گ کی دیر اک سیتی　　کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی
دکھوں دنوا اس لے جنگل میں پھری　　وسلے یک تل برہ بھڑکا نہ ٹھری
جو اس اپک تن کی تنگی سے تھا اٹھی آگ　　سوا گلے کیوں نہ تیوے ڈونگر سیہ لاگ
عجب تنکا جو نت یوں جلتا ہوئے　　جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
جرم جلتا اچھے ہور راکھ نا ہوئے　　نہ تنکا جگ میں نے ایسا دکھیا کوئے
بجھا دن آگ برسادے انجھواں مینہ　　بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ
میلائے اسباب وا شادی کیرے سب　　ولے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب
بجو تیک تلملی ہور رجٹ پٹی تھی　　نہ جیک سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی
ہو جھاڑے جھاڑ پھیر پھیر واز آئی　　نہ کس سوں کہ تھے بن دکھ جھیل کھائی
سو پھیر گھر کی طرف جب رخ پھرائی　　چڑی ہودج میں ہوا ونٹن چلائی
نگر میں آئی جب اب گھر کوں جاون　　سو تھے اس باٹ شہ جھجے کے سامن
تو اک غلغلا ہور طور دیکھی　　نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی
لگی پوچھین زلیخا ہوئی حیران　　کہ یہ کیا شور کس یوں جگ پریشان
کہیے مالک سفر تھے پھر کو آیا　　سو کنعان تھے غلام یک وہ جو لیا یا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ ۔ لبدا اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ
جو کئی لکھ سورج اسکے سامنے آویں ۔ نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاویں
زلیخا سیں اجا دیکھت بچھانی ۔ کہ ہوتی یہ ملکہ الپس جگکی دیوانی
سو کچھ ارڑا اُٹھے ان کو خبر سے تھے ۔ جو اس تھے جگ سنے گرجن انیر تھے
بچھاڑی کہا پڑی بے سدھ ہو کر ۔ پڑے جیو ڈُب الپس تھے ہات دھو کر
ترت وہ او نٹ وال اوٹن چلائے ۔ اسے اس کے محل لگ انیڑ اٹھائے
وہاں جب جگہ زلیخا کوں خبر آئی ۔ لگی پوچھیں اسے بہہ جیو سوں دائی
کہ تیرا حال کی ایسا پریشاں ۔ منجے کہہ کھول میں بلہار قربان
کہی لسے ماتی میری کیا کہوں میں ۔ دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں
ہوتا کنعاں تھے مالک جو لیایا ۔ جو سارے شہر میں وہ شور بھایا
جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں ۔ خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں
وہی ہے ساج میرا من مہانا ۔ اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا
نہ میں اس باج مانگوں جیو اسی تن ۔ نہ میں اس باج مانگوں جیو جیدن
سپن میں تھی جو دیکھی سو یہی ہے ۔ سمت میت کر جو دیکھی سو یہی ہے
دھرن تن تاب میں سنتاپ اس تھے ۔ غریبی لے سٹے ماباپ اسی تھے
اسی سے جیوتے مرتے لسے ہوں ۔ اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں
یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل ۔ چلے تلتل اسی ڈر تھے میرا دل
کہ میرے جیو سوں کن انگ سنگ پائے ۔ اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے
میرا انزل جیدا کس لیس جگا ہے ۔ سورج موں دیپ ہو کس دن دیا ہے
نین کس کے ہیں سو اس پنت اس تھے ادتی ۔ محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن
رکن اس کن آپی سنپت سرا گا ۔ رکن اس یک کیہ آپ نیں بھرا گا
میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ ۔ نیکے تلو یاں کوں نینو لاؤں یا نہ
جو پوچھیں جائی وہ توں کائی جلتی ۔ بچھائی ہے نہ کچ تدبیر چلتی
برہ کی آگ پی بن کن بجھا دے ۔ دو چاپیہ کوں میلا ہے تن بجھا دے

کہی اے شمع سوز اپنا چھپا رکھ   تجے یہ فکر سیوٹ ہوتے مبارک
جتن رکھ صبر کیلی آپنے پاس   کھلے گا بیگ تج اس تھے کلف آس

دردربار بادشاه آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دیس وہ دیس امرت بیل وہ بیل   جو میٹھا لال پھل دے یرہ لبن میل
میلا وا سو رتھے ہوتے دیس اجالا   کھلے بچھڑے کیرا اند کار کالا
جو سب مصری ہوئے یوسف کے موزرت   سبہہ اس مول لیون تیئں دکھے چیت
ہچے جس پوتی جو دست رس تھا   سو اس تیئں خرچنے تئیں آن ہکوس تھا
کہیں جے مصر میں تھی سو بڈھی یک   جو اس نہیہ تھے پریشان ہوئی ہو تیک
نہ سیکے تھا اپ اپنے دل کی کلکوت   سو لے کر آئی دال کتیک سوت
کہی جگ سنیت اس کا مول نا ہوتے   سبہہ جگ جیو ل کا تول نا ہووے
جو ہوتے اس انگ تھے یک بال کا تار   تو مول اس کا کہوں درمگ تھے بھار
جو پاؤں ایک برج کیرا اس چرن کی   تو دارو نی سنیت اس برتھوں کی
نہ اس کی مول پورت کچ دھرن میں   دلے کلکوت اتنے تمیں کردن میں
کہ ہوتے اسکے خریداران میں منج ناؤں   یہی منج لبھ ہے جو یہ سنیت اسوں پاؤں
منادی ہر طرف آواز لاتی   کہ کون ایسے تھنے کوں لیوں آتی
جو جیب اس روپ نا سکے سراوں   اد یک دو جگ تھے اس یک ہی شرط پاؤں
ادھر امرت بچن امرت گن امرت   گن امرت منیر کے نا ہوئے ایتو ریت
انوں میں تھے تکیں ادھٹیا نگن مول   ٹکنے ٹکیاں کیرا بھدرا بھریا کھول
جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنت کر   تو ہوتے وہ ٹکے سب ایک ہیسر
کیرا ایک بھد بھی مول اس ہی جیئے ہے   سو سو بھدریاں تک مول اتنے ہے
چڑ آیا بھی سبہہ یہ یک خریدار   کہ دیرن ٹک بھی یوسف کیرے تئیں
جو چڑ آیا بھی سبہہ ہمہ ایکٹھ   تو ہم مانگ اسکے تول جو کھیں
چڑے اتے تھے اکھو لے لیتے اپنوں بھاؤ   زیادت کرا ہو یک بھیت اور بھاؤ

زلیخا اس قصے تھے ہوتی خبردار
دو گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار

گیر ایک سب تے اس تھے آس توڑے
ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے

عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا
اپنوں مولوں نیاڑا کرلے کرہ آ

کھیا جے کچھ مرا ہے سو دفینا
سُنے مانک درب دھن کا خزینا

نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب
کہاں میں مول سالم دے سکوں سب

زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو
دیوں اس دھن جے کچھ میں بی ڈھیروں سو

رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں
گگن پھر جوں نکھتر بکھرے ہیں

جو یک مانک کا قیمت کریں گے
خزینے کئی شہاں کیرے سریں گے

عزیز یک ادر بھی لیایا بہانہ
کہ لیتا ہے اسے شاہی مہانہ

زلیخا بھی کہی جا بات شاہ کے پاس
سرن کر بھو تیک اس جم شاہ کے پاس

کہیہ اس کوں کہ منج من یو بڑا دکھ
جو جگ میں منج نہیں نیگرا نیں سکھ

دھروں شہ کے کرم تھے آس ہو تیک
کہ غم خوار ہی کرے یہ دکھ مرا دیکھ

جو اس نختے کوں لیوں منج رضا ہو جے
تو نیگرا منج ہور شہ تیں ندا ہوئے

عزیز اس بات کوں شہ سات آکھیا
رضا دی اس کوں پھر مانا را کھیا

عزیز مصر تب اس مول لیتا
اسے فرزند گن پھوان دیتا

خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر
کیتے اس تیں زلیخا من میں نیئے گھر

گئی بابیل سجنا کی پاس آ کر
وہ راس آتی بڑی من آس پا کر

پھری اس کی خبر شادی تھے ہو تیک
پھر آتی ڈرشٹ دو نوں جگ تھے آس یک

پیا رے پرنیٹ پیار آونے تھے
چلی پیار دن انجھو نینوں میں تے تھے

گلے نینوں سوں نکلے دوئے رگڑا ہی
پیرت انجھواں سوں تلتل دھوتے یکرڑی

خوشیاں تھے تلتل اس ہوش جاوے
امس تھے بھگ جگت میں تا سماوے

گھو دوزخ تھے جس جنت لیجاویں
زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں

جو پاتی بھاگ تھے من آس سفیور
سبھی بھاگوں کی پیدا ہوئے معذور

گنگن سر کرن تھے پگ تل نہ بھاوے
سبہ جگ من میں یک کرج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے ہجو نیک خوشی تھے
رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے

سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی
کہ میں الجھتیاں تھے یہ یاد نہ دھرتی

کہ دکھتی جاگ میرے کارنے جیکھ
جو پاؤں جاگنے میں ملتی سکھ

نہ جانوں سوتے سپنا دیکھتی ہوں
کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں

کبھی شُد سوں میلا و اسیج مانے
آپی آپ مان بھوگ اپنا لکھانے

جو کئی دن برہ بس تھا منج چارا
ملن امریت پائی اس کا تارا

جو میں دُکھ کے اندھالے میں پسی تھی
نہ سپنے سک بات اپنی سنپڑ تھی

سو پائیں جگ دیا دن روپ اجالے
منج بنہ بھوگ دولت کی دکھالے

کری تلتل شکرانا خدا کا
کر دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا

کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے
کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کر روتے

کبھی اس کو دیکھ دکھ ناؤں بسارے
ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

از

وجہی

آراستن محلِ مشتری

بجد ہو کے جدّو و جود ھرنے لگیا
سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا

جو زرنیخ جیوں چاند سنا سو سور
سفیداب تارے ہیں سُرخی سو لوز

عطارد چتارے کوں نیں کچھ غم
کہ دھرتا اچھے ہات جو زا قلم

جو خوش ہو اُمس لیا ٹک دل منے
تو لک محل چترے وہ یک تل منے

رنیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا
بچتر چتر وہ چترنے لگیا

کہیں بن بیاباں کہیں سمد بھار
کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ

کہیں شیر شرزا کہیں گج ترنگ
کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ

کہیں بت بت خانے ہور بت پرست
کہیں نار ہور پُرش یک ٹھار مست

کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں
کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں

کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار
کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار

کہیں تخت پر کوئی سُتی مست ہو
کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو

کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں
کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں

کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار اچھے
کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار اچھے

کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں
کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں

کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر
کہیں چاند سور تج تارے انبر

چتاریا چترو و اپس ہات سوں
سنواریا محل کو کھوت دھات سوں

کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر
نزاکت سوں سنگار نازک کر

سُہے چوک اس نقش میدان پر
کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر

لکھیا شہ کی صورت وہاں آن جو آ
ہلی کاندر جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوی کھولتا — تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا
اہیں سنگ جو اس کا مذ رنگ رنگ میں — کو تاثیر مسیحا اچھے ہر سنگ میں
یو تاثیر اچھے شہ کی تاثیر تے — کہ جیوں جھاڑ بڈتا اچھے نیر تے
لکھیا نقش سینسار کی نار کا — کیا شہ کوں مدنایک اس ٹھار کا
جتر نے جھمکے یوں شہ کے مکھ بھان تے — کہ روشن زمیں جیوں اچھے آسمان تے
دیکھایا محل کوں جو مستید کر — کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر
مہر امہر محل جیوں کیا بوستاں — کہ جو شہ خوشحال ہوے دیک سب دوستاں
محل خوب اعلیٰ یو جیوں سرگ ہوا — دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا
اسی دائی کوں واں بلا بھیج کر — لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر
تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا — اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا
دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال — کہ میں لی مشقت کیا اس دنبال
دھرو منج اپر ٹک شفقت تمیں — کرو چیز میری مشقت تمیں
ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے — سو شاہاں کی امید ہور آس تے
اگر شہ کی اچتی نہ امید احس — نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس
بڑا شاہ کو وہ اچھے جو کچھ دان دے — نوازے ہنرمند کوں مان دے
ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے — نہ اس کی فہم عقل ہور گیان تے
نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں — کہ ہوتا اچھے بل دان تے گیان کوں
ستدیوں ہنر پروری کا اچھے شہ — نہ پایاں جھوٹ کچھ شاعری کا اچھے شہ
ہنر اچھے ہنرمند کوں کیا غم اچھے — جو بخشیں ہنروند کوں سو کم اچھے
طلب ہے جو غالب طلب گار پر — کرے ناز ہنروند خریدار پر
ہر ایک خوب جان ہور خریدار نیں — بچارے ہنروند کوں واں بھار نیں
یو موقوف ہے سب خریدار پر — ہیرا فراز کرتا سبج کار پر
ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں — رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں
اگر مانی اچتا تو اس وقت پر — تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجکج نازکی ہے مرے کام میں
سو مشہور ہے روم ہور شام میں

نہ کچ آمنا کس پہ دھرتا ہوں میں
غرض بات دنیا کی کرتا ہوں میں

توں درمیانے آئی تو یو کام کر
مرے کام کا کچ سرانجام کر

ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام
کہ تیرا بزرگی ہے میرا سو کام

جو سمجے سو دو لوں کس نا دھرے
بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے

ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار
تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار

ولے دو لو یک ٹھار آنا کدھاں
ہنروند مقصود پانا کدھاں

کہ بنلکی کے تیں زور پرکا اہے
ہنروند کوں تقوا ہنر کا اہے

بخت نیں ہنروند کوں تو غم نہیں
ہنر خوب پُن بخت تے کم نہیں

ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند
یو دو لوبی ہوویں تمنا ہور سگند

توں خوشحال آج ہور نکر کچھ غم
بخت خوب گی ہے ہنر خوب کم

وہی شاہ عالم میں عارف کوا ہے
ہنروند کا لاڑ جے کوئی چلاے

کہ نازک ہے یوں دل ہنروند کا
جو نیں تاب معشوق کی چھند کا

ہنر خوب ہنروند جو دھرتے اہیں
سو نت یاں اُپر ناز کرتے اہیں

ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے
ہنروند محبوب تے خوب ہے

سراؤں اسے شاہ ور ساز سوں
جو سوَ سے ہنروند کے ناز سوں

ہر ایک کوں دل فہم سوں جُفت نیں
کہ عارف کھوا نا یو کچھ مفت نیں

عطارد وہاں بیٹ بھوماں سوں
کھیا بات اس دائی مہروان سوں

ہنر میں جو اُس دھن کوں کچھ کام ہوئے
تو جس خاطر آیا سو وو کام ہوے

عطارد دیو بات اُس تے بولیا لکھے
کہ دیکھے دل اُس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل و انعام دادن مشتری بہ عطارد

کہی دائی جا مشتری شاہ کوں
سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں

کہ شہ مستعد سب ہوا ہے محل
توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیسن نئی اچھے
تجے اس محل کا ہوس لئی اچھے

توں دھرتی تھی لئی دیس سوں پوچ آس
کہ کو ہوئے گا یو مرا محل راس

خدا آس تیری تجے اب دیا
کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا

محل دیکھ ہور مان شہ باج کر
مری بات تو ہور اس کا ہنر

کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جاے
مجکوی جھوٹ کے سو بتیا را گنوائے

بلند مرتبا جھوٹ تے ہوئے پست
دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے
ہنر عیب جو اچھے سو اظہار ہوئے

عیاں شکل ہے دیکھتا عیب کوں
ہنر اچھے سمجنا ہنر عیب کوں

بچن دائی کے سن سو دھن کر منج
درست اچھے لکر آپنے دل میں سبج

چلی نار اس ٹھار اس کے سنگات
تماشا محل میں دیکھی وو ہات دھات

محل دیکھ دائی کوں گل لائے کر
انند شوق ہور ذوق حظ پائے کر

جو بولی اچھی بات وو دھن سجان
عطارد کوں اس تے بی دی زیا سبقت دان

شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا
دست اس وضا بات اچھنا بھلا

خدا جب جسے کچھ دلاتا اچھے
توں شاہاں کے بی دل میں لیاتا اچھے

خدا جب دلاوے توکوی کچھ پائے
شہاں کاں تے دیں جو خدا نا دلائے

خدا پاس تے توں امید آس منگ
اگر توں منگے تو خدا پاس منگ

جو شاہاں اپر بول دھرتے امیں
غلط ہے النویاں بسر تے امیں

عطارد کا حاصل مقصود کر
تمنا دان دی دل کوں خوشنود کر

جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی
نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی

صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو
پڑی بے سُد ہو کر اسی ٹھار وو

کتک وقت لگ دھن وو بے ہوش تھی
سو شہ کی محبت کرے جوش تھی

کہ آہاں پر آیاں جو ماری اُنے
ستی مست ہو ہوشیاری آنے

سو وو دائی پکڑی دکھوں جھورنے
لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے

کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا
مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں / آتال اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں
مبادا پری کا اچھے اس نظر / کہ یو ہوئی لیکایک یوں بے خبر
منجے آج دستا نہیں کچ کہیں / منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں
تو محل جے کیا ہوا یاں اسے / لیکر جاؤں یاں تے اتنا کال اسے
اٹھاتی تو اٹھتی نہیں ناریو / نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھاریو
سو ویسے میں وو نار ہشیار ہوی / جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی
صورت شہ کی تل تل بجھانے لگی / کھڑے قد پہ بلہا رجانے لگی
دیک اس نقش کوں نار حیران تھی / سو سُدبُد گنوا سب پریشان تھی
نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اسے / ہوی تلخ سب زندگانی اسے
پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں / کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں
وہی نقش تن تھا وہی نقش من / وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر ہے / وہاں مشتری پھرتی چو پھیر ہے
محبت جو پکڑیا اسے یوں دانٹ کر / بچاری کہاں جائے وو نہاٹ کر
اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے / محبت کی تل تل سو یل کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی بکیلی کیوں جیوں مای / موتی ایک ہاری موتی سو یرے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں / کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں
ترا دل نہیں کی انند سکھ پر / کہ قربان گئی دائی تج مکھ پر
محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں / سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں
چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار / تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار
تو بیگانی منج جانی اس دھات کی / نہیں بولتی کھول یو بات کی
کہ ماباپ ہور یک بڑے بھای سوں / چھپاتے نہیں بات کوئی دای سوں

جو توں ناکہسی منج کن اپنا یو حال　　تجے دو و ہرگز نکر سوں حلال
اگر ٹک جو توں ناز سوں چھند کرے　　تو پنکھیاں کوں بارے یہ پابند کرے
ترے مکھ جل تل جگت لون ہے　　توں جس تائیں یوں ہوی سو و کون ہے
کہ یو بات توں منج تے پر کسول　　اے بھی زیا ستی سوں مرے سہر کسول
فرشتا اگر ہوئے اسمان میں　　تو میں لیا دیووں تیرے فرمان میں
کہی دائی کیا پوچھتی حال توں　　نکو پڑ تجھٹے میرے دُنبال توں
بجد ہے توں اس بات کوں کھولنے　　ولے منج طاقت نہیں بولنے
زبان من منے لٹ پٹاتی اہے　　نہیں بات لیکائیک آتی اہے
فہم داری کی فام سوں فام توں　　وکدیر وکید دینے کیا کام توں
ترے بات تے کام آسی نہ یو　　جو کو ٹنگی تجے میں تو نہاسی نہ یو
کہی پیچ ہے کیا ہوے گا منج تے کام　　کرے گا حق اس کام کا اہتمام
جو بھوے تج پوچھی جہروان دائی　　تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی
یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں　　چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
یہی نقش بھوو بھلایا منجے　　یہی نقش ینہہ اب لایا منجے
اسی نقش کا دھیان دھرتی ہوں میں　　اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں
اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں　　اسی نقش کوں دیک حیران ہوں
یدی نقش اے دائی منخم کیوں کیا　　میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا
منجے میری صورت پہ لی تھا گمان　　ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے　　سو شہ جان آپے و کس دھات ہے
سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی　　سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی
کہی نیں ہے تیرا گنہ پچ دھن　　کہ ایسچ صورت ہے یو من ہرن
لسن اوپر توں بی نار ہے باؤلی　　اچھا لیا بدن ہوی ہے اوتاؤلی
توں چنچل چتر نار اتنی سی ہے　　بڑی چھند بھری بچھوت فتنی سی ہے
یو کیسا اہے عشق جو توں کری　　بھلی ہے توں شاباش جو منیں ڈری

پرت بنت میں توں نوی آئی ھے
عشقبازی دھن کچھ نھا کام نیں
کچی توں تجے بُد کچی ا ن ھے
خوشی آہ ھے دشمنی توں پچھا ن
غرض وند کوں یو بات کال خام ھے
توں اس نقش سوں عشق سازی اھے
عشق کیا ھے کر کتے پچھانی ھے توں
ہوس ھے نکو جا ہوس کے دُنبال
طرز عشق کا تھا سو کہتی پائی وو
تلیں تل ہٹکتی تھی اُس مائی کوں
تو ماباپ فرزند کوں بیچ گود دھر
وو دھن جلنے ہور اُس کے من کا حبیب
(ن) تھوڑا اچھوت جانی ہے بھی جان گے
انگے عشق کیا ہے سو جلنے گی توں
توں کس باپ کنوا کر ہوئی ھے تکس
توں صورت ستی جیو کیا لائی ھے
اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
عشق صورتی کام تا آئے بہ کچ
عشق صورتی جائے گا جان توں
سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں نج خام
منیچے معنی دستی ھے صورت بھتر
تزک کس کے کہنے کوں نیں آئی ھے
جو معنی عیاں منج ھے صورت منے
اول تے ہوا ھے میرا حال یوں

اجھوں تیہ کے جر کے نیں پائی ھے
نھنی ھے توں اجنوں تجے خام نیں
کہ کانداں کے نقشاں سوں جیو لائی ھے
دو کھا کر جو لولے اسے دوست جان
دُکھا لولتا دوست کا کام ھے
یو تیہ نیں ھے طفلاں کی بازی اھے
گُڑیاں کا مگر کھیل جانی ھے توں
بھلی وو جو ایسے رکھی یاں سنبھال
وے پند کوں کہتی تھی دائی وو
کہ واجب اھے پند دنیا دائی کوں
بھروسا جھوت کرتی ہے دائی بتر
کنا تھا سو کی وو نچھیں یا نصیب
مری بات توں ساچ کر مان نگے
بڑی ہووے گی تو پچھانے گی توں
کہ آدھا اھے عشق سارا ہوس
توں صورت منے معنی کیا پائی ھے
تو صورت تھے بھل بھی توں کچ پائے گی
لگا معنی سوں جیو جو توں پائے پرکچ
عشق صورتی خوب نیں مان توں
ازل تیج تھا ہو نہارا یو کام
تو لیدی ہوں اس پاک مورت اُپر
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ھے
بیاں نا کیا جائے وو کسو
پڑی کی توں خبی میرے

جو میں منگتی دارو سو دیسی نہ کوئی — کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی
دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جیسے — الیس کا الیس کوں پڑیا ہر کسے
یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں — دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں
دیوانی دیوانے کی پند دے نکو — رو لنگا کر بُرے بول توں کے نکو
اچھیں جو لگی اُس نہ جھنجھولنا — یو دُکھ بڑھے دُبل تیرا بولنا
کہ غصے سوں منج پر اٹھتی ہے توں — کہ جلتے اُپر تیل سٹتی ہے توں
اگر میں تجے پچ کہی اے سُبُدھ ہر — دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر
نکو عیب کر دل میں کچ ریب تے — دیوانا ہے خالی (؟) ہر ایک عیب تے
کیا عقل میں اپ کے لہو گھونٹنا — بھلا ہے دیوانی ہو کر چھوٹنا
دیوانا جو کوی ہوے زمانا پچھان — وو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان
غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے — نصیباں منے تھا سو آنپڑیا منجے
نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے — کہ یو عشق اپے آنہارا اہے
جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب — اخل ہور فہم شُدّ بُد گیاں سب
نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر — کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر
یو فریاد میں کس کنے جا کروں — نہ ہونا تھا ہور ہوا کیا کروں

پرسیدن مشتری وخبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بُلا تازہ وو — دونوں بیٹھے مل کر سو یک ٹھار دو
کہی توں سنوار یا محل ساز سوں — لکھیا صورتاں اس میں بھو ناز سوں
صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں — سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں
ہنروند توں سچ پچھانی تجے — کہ مانی تھے تج زیاست ماتی تجے
کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں — مراؤں تج ایسے کوں کس دھات میں
سو دھن بات بھو دھات اس سات کر — کہ اس سات بھو دھات یو بات کر
کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں — سو اس راز کی بات کہتی ہوں میں

سگی شہ کی صورت اُپر کی نظر
کہی اے عطارد توں سن کان دھر

(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں
چمک کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں

(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر ہے
کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے

دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں
توں جیوتے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں

میرا من بھلایا یو من ہر صورت
لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت

عجب راز ہے یوچ پایا نہ جائے
جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے

(ن) کتا ہیں رکھوں دل میں نا بول کر
کتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر

(ن) کہ یو بھید کر توں سجے فام ہے
کہ تجھسوں انگے بی منجے کام ہے

عطارد کھیا دل میں اس دھات لیائے
کہ سنیٹری ہے اب یو[1] تو جانے نہ پائے

بہت سچ ستی آج یو کام ہوا
اتال انت اس کا منجے فام ہوا

جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں
سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں

سنے گا اگر شاہ اس بات کوں
تو خوش ہوے گا منجہ بجو دھات سوں

چنارا چتر گنونتا خوش لکھن
کھیا کھول سب مشتری نار کن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سجان
دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان

شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب
جنگل پکڑے[2] ہٹے وو نکل گھرتے سب

ظلم نزیا ستی تھے ملک پاک اس
کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اس

شٹے گا بنی گاب اس دھاک تے
چھپیا بھیں بھتر رستم اس دھاک تے

جو اس ڈر نہ اچتا سمند دل منے
تو جگ کوں ڈباتا دو یک تل منے

اگر ہیبت اس کا نہ دھرتا یوں
اڑا سٹ دیتا بھیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سہر یہ
اگن کانپتی ہور لرزتا ہے نیر

محمد قلی فرزند اس راج کا
کہ لایق ہے وو تخت ہور تاج کا

ہتلا سیں(۱) پشانی سوں پگ سُندریاں
دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو حورو پریاں

جلکچھ نور شہ مکھ چندر میں اچھے
نہ جن ناپری نا بشر میں اچھے

پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ
پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ

جو انگلی چیکل چلکھ(۲) دھرتا اچھے
تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے

لگا عشق لاک استریاں لاک دھات
دیوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اسکے سنگات

ہریک گوپینی شہ کی جیوں ماہ سے
کہ اس دور میں کشن او شاہ ہے

اگر سور جیسی اچھے کوئی سُندر
بلا دور ہُوے شہ کے پاواں اُپر

ہُوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلک
کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ہے جگ

جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے
وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے

رہے جان جہا(۳) جان شہ بجھ بل
اچھے جہانو جیوں دولت اس پانو تل

دو ایسا ہے شہ جان سُن اے سُندر
سگی ماں بھلے گی اسے دیکھ کر

صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب
جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب

جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جائیں
تون روت جھاڑاں پھلاں بار لیایں

شہنشہ کے دیدار کے نور سے تھے
سُکے جھاڑ ہرے ہویں بھی سیر تھے

کھیا سب ولے ان کھیا نیں یو بات
کہ عاشق ہے تیرا سگھڑ شہ سُجات

کہ مت سہرچیے بات یو سون کر
ہوا کام بھی سہرتے ہوئی تل اُپر

جو عاجز ہو دکھلائے عاشق نیاز
تو معشوق کرتا ہے تیرا تیج ناز

کہ خوباں میں عادت سو اس دھات سے
چھپی میں ہے مشہور یو بات ہے

سُلکھن چتر دھن چنچل گُنو نتی
سو شہ عشق کے رسول ہوئے بھی متی

کہی کیا ہے تدبیر اس کی اتال
کہ منج تو اب ریا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر
ترا حال کیا ہے سو جانے تمہیں
نہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو
کسے بات پیوں لوں میں جاے کر
جو منت لگی کرنے مجبو دھات سوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا

تو تو یو منج کہہ اس کی تدبیر کر
چھپیا راز دل کا پچھانے تمہیں
کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کہ تدبیر میری کرے آے کر
عطارد قبولیا و اس بات کوں
کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بھوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کیتی ہوں ہیا پانی انجھو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
برہا لو سنتا تا منجے تج یاد تل تل رے پیا
منج تن تپش جانے تہیں منج ٹھار جیولانے تہیں
منج دل مندھر میانے تہیں کیتا ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں ہوں ایک تل منیں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
منز سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں بیچتی ہوں جیو
دلال کدھر ہور خریدار کہاں ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس ہار کہاں ہے
دیدے مرے نایدے جو دیدار دیکھے تجھے
تج صبر دیو ہمار وہ دیدار کہاں ہے

یاد کردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بھو تیج دل
رھیا جاے نا منج تے اب ایک تل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں
سورج سرو قد سہرنگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آے نا بوستاں
نہ منج خویش بھاتے ہیں نا دوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اچھے
نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اچھے
بساے ہوے کیس یوسس تے
تپاتی اچھے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ نرملا نوجوان
کہاں ہے وو شہ گنونتا گن ندھان
کہاں ہے وہ لالن منٹھی چال کا
کہاں ہے وو ساجن لٹنبے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن
کہاں وو سگھڑا چیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات
تجا نو کر گمتا ہے شہ کس سنگات
جکوی نار اس کن ہے اس نار تھے
منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

ہوے جل کجل نین دیدار باج
رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے
ہریک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ھے
دو بادام تھے اس پنچل نار کے
کہی شاہ کے تیں سو دھن یاد کر
منجے تیرے ملنے کی لئی آس ھے
میرا حال کیا ھے سوا شاہ نیک
مچھڑا منج پڑھے کے توں جنجال تھے
کیا ھے برہ زیاستی داد دے
کہ کوئی داد ویسی نہ تج باج منج
رہی ہوں بہوت درتے تج آس کر
منج ایسیاں تجے لاک باندیاں اہیں
پریاں ہور حوراں رہے[۱] تج سنگات
ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی
محبت میں جو زیاست سو زیاست ھے
بڑا سا برہ منج سنتاتا ھے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب
جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں
اگر وصل ٹک آ کے سنبالتا
بڑا یے کٹرا اس میں خوبائی نیں
گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا
کہ ما اس کی ناجنتی باٹ کی (۹)

یکیکی کدھاں لگ رہوں یار باج
کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوے
سنا تھا اول سو اتال آگ سے
لگے دانے جھرنے سو انار کے
دکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر
کہ تن منج کئے جیو تج پاس ھے
توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک
توں غافل نکو اچ میرے حال سے
پریشاں ھے جیو دل شاد دے
عجب کام آکر پڑیا آج منج
منجے گن توں اے شہ ایس داس کر
کہ تج[۱] سات ملکرو ناندیاں ہیں
تیری ناند نک شہ اسے دھات دھات
محبت میں ہیں زیاست ہوں سب ستی
کہی بات میں راست ہور راست ھے
سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اسے
کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب
رگڑ[۱] کر ستوں ڈٹے[۲] دے پاواں تلیں
تو برہا منجے کیا سبب جالتا
منجے مارنے عار اسے آئی نیں
نفا کیا ھے جگ میں برہ آئی کا
دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں | میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج | نہیں منج توں دستا جدھر دیکھوں تج
نہ وعدے کی منج آس نا درس ہے | ہر یک دیس تج باج سو برس ہے

رباعی خواندن مشتری

تج یار بنا ہور منجے کام نہیں | بس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی ادکھ جیو ولے | توں کیوں منجے منگتا نسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں | لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا اُنے کاغذ اس شاہ پاس | کہ برآئی ہے تجہ اُمید و آس
اگر دھن اُپر ہے تیرا شاہ جی | تو واں کھان کھا ہور یاں پانی پی
کہ جیونا اچ تج باج مشکل اسے | گذرتا ہے یکہ ہو کے ہر تل اسے
نکو بار لا بیگ توں بیگ آ | کہ وو نار ہوئی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوئی ہے یو بدنام یاں | کہ تج کرتے کچھ ہوگیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر | قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس | تو یک تل میں مرتی سو دھن بے اُساس
میرے پاس احوال سب کئی اہے | اسی آس سوں چوب کر رہی اہے
یو دلسوز نامے کوں لکھتے براں | صفے پر نکل پڑتے تھے اچھراں
نہ لک سک قلم دُک تے گھٹتا اتھا | رُتے پر قلم کالی سٹتا اتھا
بھنیں عشق بجھیدیا ہے اس ماہ میں | کہ سو سو خسرو اہے اک آہ میں
نپٹ تجھوں لیدی اہے نار وو | تیرا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے | نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
تُنہاتوں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست | ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہووے کام اس کام پر ہوئے بن
کہ ما دو دیتی نہیں روے بن

توں اب ... مقصود ہوے یول نے
برگ پھل سٹے باد کے تول سنتے

برگ بار سے ہور جہاں باد نیں
ثمرتے پھل لینے کا وہاں داد نیں

جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر
تو بیگی نکو کر ہر یک کام پر

ملے گی تجے وہ چنچل سندری
نظر آکر اب شہ میری چاکری

دیوانی تیری مشتری نار ہے
سو شاباش کہنے کی منج ٹھار ہے

کیا کام یو میں یہاں میں سنجر
میرے بخت اے شاہ تیری نظر

تجے بات یو شہ کہیا جاے نا
ولے باج کئے بھی رہیا جاے نا

کہے تو نہ ہوتا سو ہووے کام سب
کہے تو چھپیا بھید ہووے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ ناماہو خوش چاو سوں
انکھیاں پر رکھیا لیکے بھو بھاو سوں

کہیا کام یکایک یوں کیوں ہوا
جو اول تھا دم سو اب یوں ہوا

ہریک مشکل آسان کرتا ہے وو
کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو

کیا شکر سجدے کوں کرتار کا
کہ توں دل تھلایا ہے اس نار کا

جو لیدی ہے وو ناریوں منج اپر
سو میں کیا سکوں گا تیرا شکر کر

جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا
خوشی ہوے غم اس کوں سینا رکا

کہ جانباز عاشق جکوی پاک ہے
مراد اس کے پاواں تلیں خاک ہے

بخت بختور آج غالب ہوا
کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا

کہیا شاہ اس نار مہتاب کوں
کہ جانے کوں دے اب رضا منج کوں

رہیا تجسوں لی دلیں یک ٹھار ہل
سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل

جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں
تجے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ میں

تیرا پیار منج پر اہے اے پری
کہ منج سوں توں لئی آدمیت کری

عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں
نہ ہو سکوں تیرا سو آترای میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال　　کہ بینت دیکھتی تجسو دھن ہست چال
بشارت لو آج پایا ہوں میں　　اسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں
رضا دے تو خوشنود ہو کر منجے　　کہ توں ہے پڑی ہے ترا ڈر منجے
دکھن تے جو میں ٹھارا نیپڑیا ہوں میں　　تیرے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں　　یتیجا نیا ہے آخر منج اس دہات توں
نتی بے ادب کر نکو جان منج　　کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج
مری بات پچ جان شہ توں پتیائے لے　　کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے
نہیں خوب اس جو برائی کرے　　گوا کھو دے پر کاج اپے ڈوب مرے
بھلے ہور بُرے میں فرق ہے شہا　　بُرا خوب ہور خوب نا ہوئے بُرا
جو کم ذات اس تے وفا نیں ہوتا　　اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا
برائی کہ یا خوبی یو دو پچ سے ہے　　اصیل ہور کم ذات میں یو پچ ہے
منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں　　جو رہیگا تو منت سوں رکھتی ہوں میں
اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا　　اگر جائے گا شہ تو تیرا رضا
کہے شہ کہ جاتا منجے ہے ضرور　　جو نا جا سوں تو کام پڑتا ہے دور
منجے ایک تل اس بن آرام نیں　　رہنے کا یہاں اب میرا کام نیں
سلکھن سکی پچنچلی ماہتاب　　سو دی شاہ کوں یوں پھر اکر جواب
سنگات آتی انپڑاتی سے شہ تو چ گھر　　جو اچتا نہ ماباپ کا منجکوں ڈر
تری باندی ہوں میں منجے نا بسار　　توں جاتا ہے دے کچ منجے یادگار
کہیا شہ کہ میں لی گمیا تو چ سنگ　　تو کیا منگتی ہے سو میرے پاس منگ
کہی خوش ہو ہنس کر وو ہنس مکھ پری　　ترے ہات کی شاہ انگشتری
انگوٹھی نشاں اس دئے شاہ نے　　رکھی جیو کہہ اس کوں اس ماہ نے
جو شہ کی کہ دے توں بی کچ منج نشاں　　کہ تج یاد کرتا اچھوں اسے سنجال
جتا خوش اتھا آشنائی تے میں　　وتا ناخوش ہوں اس جدائی تے میں
کہاں تے کریو آشنائی ہوئی　　کر اس دھات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ہے کس یک جنس آسمال کہ اوّل بہار ہور آخر خزال
مثل جگ میں مشہور یو جم اچھے کہ ہر یک خوشی کے تحصیں غم اچھے
بچھڑا اچھے جاں اچھے مل دو یار کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار
یکسکا یکسکوں جو لاگیا پران تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان
یکس کی نشانی کوں یک دیک کر کرے یاد یکسکوں یک اے سندر
نشانی کی تو کوچ حاجت نہیں ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں
یہ بسرے کدھیں یار کے تیں وو یار محبت اچھے تب کنے یادگار
پیرت کا روش تو اچھے راس و صفا
تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

از

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا   جو دیتا ہے منگیا منگہار کا
جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل   چندر سورتے خوب نرمل نچھل
سو عاصم توں شاہ پایا اُس   بہر حال فرزند ہوا کر اُس
خزینے دفینے جو کھولن لگیا   رتن ہیر کے راس کھولن لگیا
گنایا تُرت جگ منے کاج یوں   گنانا سکے جگ میں کوئی راج یوں
دُعا سوں اُچھا ہات بہوت صدق سات   منگیا اپنے فرزند کوں بجد حیات
خوشیاں سات امرت گھڑی فال دیک   سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک
جو تھا صالح اُس شاہ کیرا وزیر   خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر
اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا   دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا
مبارک گھڑی میں دیکھت فال او   سو ساعد کر اس کار کھیا ناؤں سو
جو اس حال نھے شہ کوں انپڑے خبر   ہوگیا سر تھے بھی خرّمی پا بسر
بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں   کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں
جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں   بدہیں ایک دل ہو کہ ہویا ر اچھیں
منگا بھیج ساعد کوں ویں شہر یار   دو دائیاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار
خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا   دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا
سو طالع میں اُس کے یوں آیا نکل   کہ چودہ برس میں یکایک اول
بُرا غم اُسے ہو کہ دیکھلائے گا   گذرئے جفا اُس اُپر جائے گا
تماشا دیکھے گا بہوت دہات دہات   ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات
ولے ستادمانی ہے آخر اُسے   بڑی کامرانی ہے آخر اُسے
سن اس بات کوں شہ ٹبر امان کر   توکل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دولتوں کو پالن لگیا — سو نل تل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جیوں ہو دو لو ہوئے — معلّم کوں یک خوب پیدا کئے
لیجا کر جو بسلائے مکتب منے — لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں — جو دم مار کوئی نا سکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں — جو ساتوں قلم آئے تکھے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے — برابر اُنن کے تمہا جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے — جو رستم تے یکدہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سا دہن منے — رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
ولے شاہزادہ سو مقبول تھا — مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سو رج لاک لاک — تو آنا سکے اس کے سم کوئی ٹاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اچھے — دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے — گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں — طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن پادشاہ وعطا کردن خلعت و عاشق شدن سیف الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال — شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل — گئے بخت ور جاں ساعد سون مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل — ادب سات سر ہوئیں دہرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجہا — سونے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو کلر دوئی کوں — لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا نت ہیں خوشحال اس دہات سوں
کہیا جائے نا او کسی بات سوں
ایلنے لگیا پیار کا دل ہیں شوق
منگایا خزینے میں تے یک صندوق
سو چوندہر جڑت یوں جڑے تھے اُسے
جو طاقت نہ تھا اُس بجھانے کسے
وو صندوق کھول ایک انگشتری
جھلکتا نگینا سو جیوں مشتری
نجھل زر زری خوب زربفت ایک
یو دوبست کوں کاڑا پے شاہ دیکھ
سو سیف الملوک کے دیا ہات ہیں
ہو خوشحال بہوتیچ اسی سات ہیں
منگیا اُتم ذات تیری انوپ
لون ساز جلدی ہیں اپروپ روپ
کیا پیش کش ہور نوازیا بہوت
بلا کر کہیا اے میرے منکے پوت
یو تیری اتم ہور یو انگشتری
یو زربفت نرمل نجھل زرزری
میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج
پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج
عجب کچھ خزینے ہیں میرے ہیں یو
دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو
کہ مج تج بغیر کوئی فرزند نیں
عزیزار جمند ہور دلبند نیں
یوستاں تجھے آرزانی اچھو
تیری عمر کوں جاودانی اچھو
خوشس اس دہات فرزند کوں سمجھائیا
دے تشریف دولوکوں بھوڑ ائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات
جھلکتے تھے نوراں ہیں لک لک دہات
نکل آئیکر چاند تاریاں سیتے
جھلکتا اتھا جگمگاریاں سیتے
نجھل چیندنا سب ہیں پڑیا اتھا
سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا
سنے بن یون مک مکاتی اتھے
چمن در چمن لک لکاتی اتھے
خوشس ایسی نجھل چیدنی دیکھ رات
لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات
صراحی و پیالے کی مجلس بھر آپ
لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

نچھل کا پہارے ہو گانے لگے
بجھانے کے باجے بجانے لگے

مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں
ہوئے مست پیالے کیرے سنگ سوں

آدھی رات گھٹے ہوئی ایسے دبات
رہے ماند سے ہوشیار گیرے مکان

ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار
یکٹ شاہزادہ سوتھا ہوشیار

یکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش
سو ہیکل زربفت کا دو قماش

دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اُنے
سو تصویر پایا عجب اُس منے

وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا
وہی عشق کا اسکوں بھانا ہوا

پس میں لگیا رُونے زار زار
سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار

وہ صورت نظر میں رہی چوب کر
سو جاگا کیا دل منے خوب کر

دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر
لیا کھینچ دم سب تھئے مکھ موڑ کر

اندر ہارے بھری کوٹھڑی میں یکٹ
سو جا پڑ رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند سیں ہوشیار
لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار

نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں
لگیا ڈھونڈنے حیران ہو ہر کہیں

سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار
پڑیا تھا اکیلا دوکھوں بیقرار

انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے
ندیاں ہو کے دو وہرتی چلنے لگے

نہ ذرّہ خبر کچھ اُسے ذات کی
نہ طاقت زباں کو ہے کچھ بات کی

جتا ساعد اسکوں اُچانے کوں جائے
جتا پاؤں پڑکر منانے کوں جائے

وتا آپ سیں دکھلاے بیہوش کر
ندے جاب چپ رہے فراموش کر

اٹھیا ساعد اُس دیکھ کر تلملا
لیا ہتیاں سوں کمر بہیلا

جو درحال شہ کوں خبر جا دیا — یکایک شہ کا سینا تڑخیا
جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزیک — سو بیتاب سچ پیچ پایا ادیک
کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے — وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے
جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا — سو سیف الملوک جان سو جان تھا
ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے — دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے
جو مجلس بھرانے کے تیئں بھار جائے — تو فرزند کوں دل منے یاد لیائے
کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اسے — نکل دہٹر میں تے جیو جاوے اسے
صبا او تحہ بلا دور دے بے شمار — ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار
سنا ہور روپا باند کھنڈیاں بٹائے — جواہر کے راساں لیکر آ لُوٹائے
دیکھیا یوں جو بیتاب یکبارگی — کمر بیس گئی ہور لگی تگ بگی
سوا اس وقت نرگس کو نا کر خبر — مبادا نظر کچھ لگی ہوئے کر
دعایاں کو دھو دھو پلانے لگیا — لکھیا تعویذاں لیا باندھانے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے — حلب چین ہور ماوراء النہر کے
شتابی سوں فرمان صادر کیا — وتیاں کوں بلا بھیج حاضر کیا
کتے وضع سوں سب کے دل ہات لے — کہیا مہربانی سیتی لا گلے
جو فرزند میرا ہے سیف الملوک — فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک
مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں — عزیز ارجمند ہور دلبند نیں
ہوا ہے یکایک جو بیتاب یو — کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو
کریگا دوا جو کوئی درد فام — دلیوونگا اسے بادشاہی تمام
سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے — اٹھے سب حکیماں سو یکدہیر تے

کہے شہ کوں سب درد ہمن فام ہے ۔ کرینگے دوا لو کِتا کام ہے
حکیماں دیکھن ناڑی جیوں آئے ہیں ۔ درد ظاہر اچ کچھ نہیں پائے ہیں
ہوئے یک طرف تے پشیمان سب ۔ رہے درد نا فام حیران سب
جو اُس درد کا جنس کچھ ہووتا ۔ تو دارو و درمن کوں رُج ہووتا
سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا ۔ ولے عشق کے درد کوں نئیں دوا
اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو ۔ بچارے حکیماں کریں کیا کہو
مسلم شہنشہ ہوا لا علاج ۔ نہ تھا کام اُسے کچھ بیٹھے روئے باج
ہوا گھابرا اشادمانی سٹیا ۔ نپٹ نیند دانا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل ۔ کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول
نکچ اس بات تدبیر کرنا بھلا ۔ نکچ اس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا
ہونا اپتے وضع سوں گھابرا ۔ کہ رہنا نچ اس دہات سوں ہے برا
سراندیل ترا سب پشیمان ہے ۔ دکھی ہو مسلم پریشان ہے
اپن درد تجھے ہوا آپے دردناک ۔ نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک
بھلا ہے جو ساعد ٹک اُس کے نزیک ۔ اچھے اُس کے دوک دردیں ہو شریک
وہی اُس کے دل کا سو انت پائیگا ۔ وہی اُس کوں مارگ منے لائے گا
شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار ۔ دیا بھیج ساعد کوں بیٹے کے ٹھار
گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک ۔ لگیا رو وُنے زار استے اد یک
کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال ۔ نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال
ترا نور ہر ٹھار مشہور اچھو ۔ ترا دل خوشیاں سات تجھ پورا اچھو

سہے تج نیں کوں نور تج نور تھے | سدا سور مجکوں تیرے سور نے
ادھر کھول مج سات کچ بول توں | ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں
کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں | ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں
یکایک یو آیا ہے کیا فکر تجکو | لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تجکو
نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے | جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھسے
ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور | جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور
کہے باج توں کچ سمجے فام نیں | سُنے لگ میرے دل کوں آرام نیں
مجے کھول کر توں کہے تو بھلا | وگرنیں تو میں کاٹ لیونگا گلا
کمر میں تے وہیں اپنے خنجر کوں کاڑ | گیا آپنا پیٹ لینے کوں پھاڑ
دیک اے حال درحال سیف الملوک | پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موکسا
برہ آگ سوں جل بلا آہ مار | انگارے نیں میں تے ڈالیا ہزار
پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے | اپن دوکھ ہور درد کا یار ہے
وو زربفت کا پارچہ لائیا | جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا
کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت | اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت
یہی روپ لیدائیا ہے مجے | یہی حسن بے سُدہ کیلا ہے مجے
کہیں روپ دنیا میں اس سار کا | نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا
کہ لگتی ہے ئی دل کو حیرانگی | نجالوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی
سنیا راز ساعد اپن یار تے | رضا لیکر آیا جو اس ٹھار سے
شہنشہ کوں تسلیم آکر کیا | سو او صورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت آور دل پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر | کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

وو زربفت جو میں دیا تھا اُسے　　جو خوش ہو عنایت کیا تھا اسے
میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر　　سو دیکھیا یکایک اُسی وقت پر
جو بارا اٹھا اک بڑے زور کا　　دہلارا اٹھا سخت شہ شور کا
چھپا تھا گگن اس دہلارے تلیں　　(۲۰) پریشان تھا خلق بارے تلیں
سو دیسے ہیں واں تے نکل بہار کوں　　کتنک شہ پریاں علیں جھلکار سوں
میرے تخت کے آنگے آیاں تمام　　کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام
کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج　　ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج
دو زربفت کا پارچہ لائیاں　　میرے آنگے رکھ کھول دکھلائیاں
جو تھا اس منے صورت بے نظیر　　تجھولیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر
لیا ہیں اُسی وقت پریاں تے انٹ　　کہ صورت کسی کا ہے پایا ہیں نپٹ
کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم　　لو لیایاں ہیں از گلستانِ ارم
کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال　　سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال
او شہبال بن شاہ رخ راج کی　　سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی
پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام　　کریں آکے شہبال کوں سب سلام
وو زربفت بے شل نا ہووے کر　　یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر
لیکر آئیکر پیش کش منج کیاں　　یکایک سب غیب ہو کر گیاں
نہ جانیا ہیں اس دہات ہوئیگا لکر　　کہ اصلا نہ تھا کچ منجے بو خبر
سلیمان تو نیں ہے جیتا اتال　　کہ دستا ہے منج سر بسر کام گھال
یہاں کون ایسا ہے جان ہور پچھان　　ہو دلوے گلستاں ارم کا نشان
لگیا فکر آ شہ کوں اس دہات کا　　معما دسیا مشکل اس بات کا
اندیشے منے پڑ ہو دلگیر ادیک　　ہلکوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال
اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال

توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے
اوڈھنڈنے سو عالم میں پانا اہے

اُوتالانکو ہو کہ یج زبان ہے
اوتالا کرن ہار نادان ہے

تجے اس وقت پر صبوری بھلی
تو عاقل ہے یج عقل پوری بھلی

بھانت سیتی خوب پہچان توں
نہ کریوں اپیں کو پریشان توں

کیتک دیس خاطر کوں ٹک جمع راک
درد دوکھ تجے کر لے سینے کو پاک

جو لیوواں پرے ہیں کلا ہات پاؤں
خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں

جو اس دبات سوں منگ مہلت لیا
سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا

پتیا باپ کی بات سیف الملوک
رہیا دم پکڑ چھوڑ دسے درد و دوک

لگیا پھرنے خوشحال ساعد سنگات
پکڑ کر رہیا وو اسے دن و رات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستان ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا
کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا

جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار
لگے ڈھنڈنے عالم منے ٹھار ٹھار

سو ڈھنڈنے لگے کر او تالا تمام
سٹے جا کے عالم پہ جالا تمام

خراسان روم ہور شام ہور ختن
حبش ہور گجرات دلی دکھن

عراق ہور شیراز رے ہور خجند
بخارا بلخ یزد ہور سمرقند

سمنجان کاشان سنجان سب
حلب چین توراں ایران سب

مجا آگرہ ہور سکل پرتگال
سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ   بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ
گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر   پنائے گلستان ارم کا خبر
برس ایک لگ سب پریشان ہو   پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک   لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکھ پہ دوک
اندہارے بھرے گھر منے جلائے کر   پڑیا دہرتری پر سواڑڑائے کر
سینیا غم سیتی کوٹ لینے لگیا   کرا وس نار کوں یاد رونے لگا
صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا   سو بیہوشی کے ہات آپیں دیا
لگیا عشق دن رات کاڑ ہا اُسے   اڑایا نپٹ ہو کے آرا اُسے
سنگاتی کون اپنے پکارن لگیا   نہ سہہ سکھ برہ آہ مارن لگیا
کرے یاد تل تل روے زار زار   پڑے بے خبر ہو ٹکر ٹھار ٹھار
خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہوے   نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی
وہ صورت رکھے آپ نے نین تل   اُس اوپر جاوے او کہہ تل تل
کہے یوں کہ مج من کی دلدار توں   میرے من میں لنس دن بسنہار توں
توں کس سمد کی ڈہال موتی ہے کی   توں کس کہاں کی لال جوتی ہے کی
کس اسمان کی ہے چند ربہان توں   کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں
ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی   جھمکتی شمع کس شبستان کی
جو اس دہات توں مج کوں لبہدائی ہے   میرے من کوں چت آپنائی ہے
نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں   سو کیوں ڈہنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
نہ کچھ عشق کا مج خبر تھا اوّل   نہ کچھ برہ کا مج کوں ڈر تھا اوّل
نہیں مج پرت لاگتے یوں ندھال   رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال
دنے دن اسی دہات بنہا اچھے   دیکھیں اس پیاری کو جینا اچھے
توں شاہ عاصم لگیا تلملن   دُکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

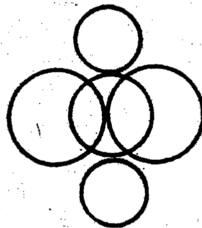
رہیا سو کھ دبلا تنک تار ہو ۔ نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
آپس ہیں آپیں بھر ٹھنڈی سرد اساس ۔ کہیا آ بیکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے ۔ عجب کچھ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا ۔ بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا ویتا
جگت کوں تل اوپر کرایا تمام ۔ سو ملکے ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچھ اس حد لگ اظہار جیوں ۔ کسی سے پڑیا نیں یو کت بہار جیوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا ۔ نہ سمجھے کسی دہات نیرا جیا
پری کوں کنے جا کے لیانا سکے ۔ کہاں ہے سو کن کھوج پانا سکے
مجے کوچ سو تدبیر دستا نہیں ۔ سو کیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
کریگا اگر مال و دہن اختیار ۔ تو دیوں گا تجے بے حد و بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں ۔ دل اچھتا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر نجھے سیف الملوک جیوں یو بات ۔ ہو تغیر آپس ہیں آپے دہات
کہیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور ۔ اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرہ نہ ہو کس پہ میرا خیال ۔ مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی توں نئیں میرے کام ہیں ۔ لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں ۔ کیا کرنے سکے دہانسا تدبیر توں
ہوا دکھ تجے رنج کدن تے زیاد ۔ ولے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل ہیں آتا ہے اب یو خیال ۔ جو لیوں رضا تج کنے تے اِیتال
پھروں جا کے عالم کے چو پھیر ہیں ۔ آپلے ہو کروں اپنی تدبیر ہیں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر — جو لیوؤں گلستان ارم کا خبر
لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا — میرے آس تھے میں ورانس آؤں گا
بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ — کہ مجھو تے پکڑیا ہے منج دل اچاٹ
لگے برہ اس کا سو جیوں کھرگ منج — پوچھیا انکھیاں تل و لیسے مرگ منج
اپن من میں پیدا کر ایسا خیال — پڑیا باپ کیرا اسلم دُنبال
جو تھا شاہ اول سے رنجور پور — ہوا سر تے بھی دوکھ تلے چور چور
کتے وضع سوں تلملانے لگیا — غطے غم کے دریا میں کھانے لگیا
کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک — کیوں اس ایک کوں دیوں رضا دیک
سنت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں — ویسے تاب نیں میں جو اس باج اچھوں
کتے قرن پیچھے منجے ذوالجلال — دیا کر دیا ہے یو نوری نہال
نیں تل تے کیوں میں بھگاؤں اسے — ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے
میرا دین یو ہور ایمان ہے — میرا جیو اس پر تے قربان ہے
کتیک بار کوں پھر اندیشے سنگات — کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات
مبادا دوکھوں تے سینا پھوڑ لے — مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے
دوجا ہور نیں ہے جو گوں کچ اسے — کیا ہے نپٹ عشق یوں کچ اسے
بھلا جو خدا پر توکل کر دوں — اسے باٹ لانے کبر اٹل کر دوں
سفر جا کے یا من کے مقصود پائے — جفا دوکھ تے پھوا کے یا پھر کے آئے
یو دو حال تھے کام خالی نہیں — بن اس فکر تے فکر حالی نہیں
برس پانچ کے مستعدی کیا — دل اس کا منگے تیوں دلا سا دیا
نول شاہ عاصم شہر کامیاب — بلا بھیج کاریگران کوں شتاب
سو فرمائیا کشتیاں بے نظر — یک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھر
ہر ایکس میں حجرے کتے طرح کے — مخمل تخت پوشے گہراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھار ٹھار — جہاں کا تہاں کام خوب استوار
کرے اس وضع تین سو کشتیاں — دیک اُس کشتیاں کوں نہالے بہشتیاں
کدورت اُسے ہوئے نہ تیوں ٹاپتیں — نہ دک داٹ آئے کیوں جنگل گھاٹیں
کیتک ماہ رویاں کو خوش ناز کے — کیتک مطربا ناں خوش آواز کے
کیتک خوش ظرافت کے نرمل ظریف — کیتک بے بدل قصہ خواناں حریف
کیتک کھنڈیاں ارغوانی شراب — کیتک جنس کے نعمتاں لے جھاب
کیتک خوب تحفے کیتک کرو ڑمال — کیتک ذات تیزی پون کے مثال
کیتک فوج لشکر کیرے بے نظیر — کیتک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر
کیتک جنس کے خوب باندی غلام — اپے ہو بجد مستعد کر تمام
کیتک جنس کا موپ۔ کر بیشمار — دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار
ہر ایک کام پرسشہ آپے ہو بجد — جو کچ کرتے کا تھا کیا مستعد
سنج دہات اس بے وفا دیر کا — خدا تے مدد منگ نے خیر کا
دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال — روانہ کیا ہور ہوا تج بن نڈھال
لگیا روتے فرزند کے دہیان میں — بلا بھیج ویں اپنے پر دہان کون
کیا ملک اُس کے حوالے تمام — سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام
عبادت سوں مشغول ہو رات دِن — دعا سات چت لائیا چھین چھین



ماہ پیکر

۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء

از

احمد جنیدی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الہی کرم کر توں اس کار میں — نکو بھا تفرقہ یار ہور یار میں
ہوا جب او پیکر سو مہ پر فدا — رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جدا
اٹھے جا قدم دو او اٹھیا ہانک مار — ٹوٹی منج تے میری اتیا غمگسار
چلیا دکھ تے پیکر تنگ دھرتی رات — کہ دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات
ستو در و دیوار میرا سدا — کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا
تمن تے میرے یار یارا بر میں — کہ پاتا تھا ہر رس تمنا درس
اگر پانوں تمکن جو آوے چلے — پڑے گی نظر جب او جنبی کلی
کہو میری باتوں کوں میرا سلام — کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام
کہ پیکر پکڑ دوڑی اتر یا چھپا — خدا یا ج سکوں نہ تھا کوئی دوجا
چلیا یار کے گھر کوں وو نور تن — کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن
کہ دروازے کے جوں بھتر دھانیا — ملک زادہ اس کو نظر آ گیا
کھڑا تھا سو گھر چھوڑ انگن میں نکل — کہ پیکر کا دکھ اس کھڑیا تھا ابل
کہ ہو منتظر او اپن یار کا — کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا
الہی کی درگاہ میں بے حد پکار — دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار
الہی او پیکر ہے اس رات میں — کہ سنپڑیا ہے کتوال کے ہات میں
نگہبان توں ہے الہی اوسے — کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے
الہی سلامت کدھاں آئے گا — کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا
الہی صحت سوں اوسے منجہ میلا — الہی میرا یار منجہ پھر دیلا
ہزاروں مشقت کئی دھات سوں — چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں
مگر جا ادھر رات کو بند پڑیا — نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا
رہی ہے تنک رات اس وقت پر — عجب بے جگر ہے سو او سخت تر

تیٹ او کم عقل سوبے نام ہے
سبب کیا ہوا ہے نہ آیا اینتاں
مگر پھر کہ سنپڑیا ہے کتواں بات
کہ معشوق اس کوں ہے اپنے بھولا
کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر
کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے اینتال
کھڑا اتھا ملک زادا کرتا بچار
یکس کوں یکس گل لگا کر میلے
کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا
کہ خوشحال بھو دھات سوں تے رھیا
ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار
رین ہے تیٹ تھوڑی اس وقت پر
ہوتے کا لیکھیا جوں کہ تجہ بخت میں
نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام
رہی ہوت پیسا نیناں ہیں آ
کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا
کہ سب نس جگندے نین آج ہے
رین سب نکل گئی ہے نیہ کام پر
لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس
پلنگ پوشش زر کا سو اس کے اوپر
کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا
پکڑ ہات پیکر پلنگ کے اوپر
ملک زادہ پیکر سوں ہم یار ہو

نہ آیا اجوں یاں وان کیا کام ہے
نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اوجال
نہ آیا رھیا ہے سو او کیسی دھات
رھیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا
رھیا ہے سو سیوک ہو اس پیک کر
چھپی رکھی ہے سو اس کی سنبھال
دو نیناں کوں نیناں ہوئے دین چار
سو لے ہات ہیں ہات گھر کوں چلے
کہ پیکر کوں دیکتے گیا دکھ جفا
کہ دکھ ہور غم سارا اس تے گیا
صبح ایک توں وان کیوں کیا تھا قرار
صبح کوں تیرے سیس ہے سخت قہر
کہ جائے گی ہے نیناں سونے کی ادکام
سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا
گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر
ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا
کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے
کہ سن یار میرے ٹک آرام کر
تو لسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس
بچھایا ملک زادہ کر خوب تر
بچھانا ملک زادہ نیکا کر یا
لے جا کر سو بلایا او نامور
کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غم نا رہو

کہ سچ بول اے عاشق نیک نام   پرت کا کھڑیا تجہ سوں کیا تھا کام
کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا   پرم کا سو دونو میں کیا ساز تھا
اتحی کیوں پرت دو میں اس رات کوں   پھولیا تھا سو معشوق کس دھات کوں
ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں   چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں
ملک زادے کی دھر سو مہ یاد کر   لگیا رونے بجد و فریاد کر
کڑ کتے لگیا بجلیاں کے نمن   لگے بلنے دھانکا سوں ساتوں گگن
گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال   کہ برسات مانند نیناں کا حال
کہ سن یار جانی میری بات اتیال   کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال
منجے بور میری جیو نی توں یار کوں   ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں
موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا   کہ قربان تج پر تے میرا جیا
کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں   زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں
رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا   کہ محبوب کوں جا کے جو ن میں ملیا
دوگانہ ادا کر سو قرآن تمام   پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام
رعنا میں منگیا اس بجد ہوا یار   نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار
پکڑ باٹ میری نگا او آ کھڑی   نہ دیوے منجے آنے کوں شہہ پری
ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکتے او   ودیع مہ کری تھی سو سب سک تھی او
عقل چھوڑ گئی اپنی ٹھار سوں   نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں
رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار   نہ تھا اس ہمت ہور تقوی کا کار
گیا تھا سو اس گیان اس تے نیکل   کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کیل
ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار   اوٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار
لگی منجہ منا کرنے کئی بھانت سوں   منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں
نکو جاتوں رہیاں سوائے جان من   میرے دل منے ہے سو تیرا وطن
رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا   نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دیکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار — لگیا بات چوڑن سو مہ جھر پکار
محبت کا متے اس کو جوش آئیا — اثر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا
سلگ نیہ اگن سترے بھجڑ کا ہوا — کہ بیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا
یرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے — تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے
کہ بیٹھا سو آدل میں نیہ راج ہو — گئی عقل نفسانی تاراج ہو
لگیا پیر پیٹنے سو سینے سنگات — کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات
کہاں ہے او بولو سو میری مثال — کہاں ہے چکا جوت کی اوجلال
کہاں ہے او مہتاب شبرات کی — کہاں ہے میری مہ میرے سات کی
کہاں درکنوں ہے منجہ جان کا — کہاں ہے سورج میری ایمان کا
کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال — کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال
کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی — کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی
ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو — پڑیا بھیس اوپر سراہو سو دکھو
ملک زادہ اس دیک حیران ہوا — کہ بیکر کہ جیتا ہے یا ہے موا
لگیا یوں اندیشے کہ سن اے ولا — ایسی بات نیہ کی نہ بچنا بھلا
کہ نیں جانتا یوں کہ یو ہے وزا — کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا
کہ نیں جانتا تھا میں ایسی سو دھات — پرت باٹ کرتی ہوئی جیو پہ گھات
نہ دنیا میں عاشق کوں محبوب یاد — نہ جانتا سو بیکر کا جان ہو آزاد
پرت بات کرنے نیکل جاوے جیو — عجب ہے کہ جیتی او تو دیک پیو
پرت میں سو ہے معجزے کی یو دھات — کہ مرتا و جیتا سو ہر بات سات
اندیشں یوں سو بیکر کوں دیکھن لگیا — سو دھر بات سینے پہ لوٹن لگیا
اچھا روح تن میں سو تھوڑا نیٹ — گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ
کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا — کہ بیکر اپن جیو یوں کھوئے گا
کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں — نہ کہتا کہو کر کنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جاں
نین کھول دیک منج کوں ہو مہرباں

ہوا ہے اپیا صبح صادق تمام
کہ اُٹ جاگ اے عاشق نیک نام

پڑیا کی ہے بیتاب اب سود کھو
کہ اُٹ یار میرے توں ہشیار ہو

ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں
اوچایا تا تھا پیکر کوں بھوبھات سوں

ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام
بغیر ہانک یو گے نہ چل سی یاں کام

ملک زادہ جب ہانک بولیا پکار
کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار

نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام
او اٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام

وضو ساز دونو مصلّی ہوئے
مصلا بچھا کر سنت سب کئے

ملک زادہ جب او ہوا پیش امام
فرض دونوں مل کر کئے سب تمام

سلاماں دیئے او تو ہر دو طرف
کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف

ملک زادہ پیکر دونو نیک نام
کہ تسبیح پڑے لا الہ کی تمام

اوچایا ہات دونوں مناجات کوں
کئے ختم آخر سو صلوات سوں

پلنگ کے اوپر جاکے ہم بیار ہو
سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو

ملک زادہ جب او اٹھیا جاگ کر
کہ پیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر

اوڑایا او سالو سو پیکر اوپر
کہ سو پنیا او رحماں کوں خوب تر

الٰہی توں کر فاش دونوں کا راز
قبول کر دعا شہہ کی اے بے نیاز

الٰہی توں سلطان محمود پر
کر کر فاش یو یار سائی ہنر

کہ پیکر چلیا دیک او شہہ نول
کہ آخر یا چھبا مہ کا اس کے اول

سونیاں ہور دیکھیا سو او نیہ لاز
کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز

انیو تے خیانت نہ ہوسی مدام
کہ مہ ہور پیکر سو ہے نیک نام

کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت
ہزاداران کوں سو شاہی و تخت

کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان
کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

اینو کی برکت تے دنیاں قرار — رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار
چھپیا راز سلطان سب پائیا — اپن گھر طرف او سو ویں دھائیا
اتھی جو کی رہ میں او بہت اتھانیر — کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو ٹھیر
پلنگ تے اتھا نیر او بھوت صاف — کر موتی کی ایراں تھی اسکی ناف
چلے آئے شہ نے سو اپ گھر کی در — آسودا ہوئے جا پلنگ کے اوپر
کیتے وقت پچھن کیا ذوالجلال — ہوا صبح صادق کا آکر اوجال
صبح کا ٹھنڈا باؤ بہنے لگیا — مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا
منگا آب شہ نے وضو کر اول — گزاریا و حق کا سو فرض و نفل
کیا ورد اور او تسبیح یوں — گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں
بیٹیا شہ عدالت کی آ تخت پر — بولا کتوال کوں کہیا بخت ور
کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک — کہ ستیڑیا ہے منجہ بات چوری سوں ایک
پکڑ قید کر بند اس لیانوں ہی — ______ رضا پاؤں میں؟
کیا منجہ دغا دیکہ توں جان ہار — کروں کیوں سو اب میں تیرا اعتبار
کہیا تمکوں ضامن ملک زادہ دیکوں — رضا دو پہر میں سو پھر آؤں یوں
لیکن جا ملک زادہ کوں دے ضمان — چھوٹک پایا شہ کی سو بات اماں
او جا ملک زادہ جو ضامن ہو کر — لیا بات نیں صبح دینے کا فکر
کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ — ایسی غو غوے کا دھنڈورا بجاؤ
بدی کا دماں ما جہاں پر بجیا — برا سب میں ہوں ملیں نہیں کوئی دوجا
کہ فرمائے شہ نے سو کتوال کوں — سولی دے سو اس چور در حال کوں
گئے حکم ہور کئی چھپا کر دکھو — کہ ظاہر سولی دیکو باطن نکو
لے کر آ سولی توں اس ٹھار پر — کہ میرے حضور توں سولی کا ڈکر
سولی دے اور ہے آج دربار الگے — کہ آنے دے اسکوں کہ جیں جیونگے
تماشے کوں اس ٹھار جنی آئے گا — جکوئی آکر دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کس کوں کرے گا منا
کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا

دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ
ہویلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ

کہ کرنش کیا شہہ کوں اقرار ہولا
کہ بھیجا ہویلسار اس کار کوں

کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے
کہ سولی کا ٹھونیکا وضا تب دیئے

سولی کا ڑی دربار کے جوں اسکے
دماں ماں دماماے بجانے لگے

رضا لیکہ شہہ کن تے جوں استوار
نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار

پکڑ ہاتاں دو دھر کے اس کے تمام
کھڑی کیتے لاکر سولی کے مقام

ادٹھیا کوس شاہی کا آواز جب
زمیں سات آسمان ہلے سارے تب

کہ بیکر کے دکھ تے دو عالم ہلیا
کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا

ادٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور
کہ عبداللہ کا بیٹا ایسا ہے چور

بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام
سنے شہر غزنو کے سب خاص عام

سولی دیتے بیکر کوں شہہ کے حضور
ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور

نھنا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن
کہ دکھ سات لیسرے سو سد اپنے تن

الہٰی توں بیکر تے عبرت تمام
دیا جن ملک انس سب خاص و عام

تماشے کے کارن خلق آملیا
بسر جا تماشا ہوں دکھ میں گلنیا

لگے زاری کرنے سب اسپاس آ
کیتے سر او کوٹیں پچھاریاں جو کھا

کیتے بال لونچے کیتے سر پچھاڑ
کیتے مارے بونبڑیاں کیتے کپڑے پھاڑ

کیتے کھائے پچھاڑیاں سو بے قرار
کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار

کیتے بھائے ہاتی اپن تن اوپر
کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر

کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا
کہ جیا دو دین کا ہے دنیا فنا

کیتے مارے پتھر سے سینا سر اوپر
کریں تن اپن چور سب سیج کر

کتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب
کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب

کہ عبرت یو ہوئی سب کہاں کوں تمام
فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا اسکے خیال　　ہوا ہور حرص کا یو سب ہے او بال
کتیاں نے سو پکڑلے جنگل جا مقام　　کتیاں کوں ہوا کھانا پانی حرام
کتیے ہو سو بے سُدا پن سُد لبسر　　کتیے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر
کتیاں نے نین مکھ سوں دھونے لگے　　کتیاں نے سو زار زار روتے لگے
کتیے کفنی گل بھا چوڑے اپ وطن　　کتیے کیئے ایمان اپنا جتن
کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل　　کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل
کتیے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے　　کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے
کتیے در دلبسر سے سارا تمام　　کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام
کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے　　کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے
کتیے چھوڑے دُکھ دیک آواز سب　　کتیے کیتے غم سات غرقاب
کتیے نے مُصلا سو زاہد ہوئے　　کتیے حق کی قدرت پہ شاہد ہوئے
کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا　　کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا
کتیاں زہد (سو) اختیاری کئے　　کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے
کتیے سے چلے کھاندے پہ مرگ پوت　　کتیاں نے پو کارن لگے دوست دوست
کتیے جا بسائے سو کعبہ مقام　　کتیے جا مدینے میں رہی وان مدام
کتنی جا کے بیت المقدس بسے　　کتیے وان الٰہی الٰہی کہے
جتیے تھے او کافر سو سارے تمام　　کہ بیکر کے دکھ تے سٹے اپ مقام
کتیے لے سو جینے سیناسی ہوئے　　کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے
کتیے ہوئے جنگم کنٹھا بھا گلے　　کتیاں نے لی جھولی وطن سٹ چلے
کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر　　چلے چھوڑ اپنا حرس مار کر
کتیے ہو کے تپسی ترستے لگے　　کتے ہو کے مجذوب کیتے جیو کھتے
کتیے ہوئے راول جھٹا دار سب　　کتیاں ہو کہ باولی کریں جو تب
کتیے رہئے ترنکھار نردھار ہو　　کتیے ڈھنڈتے پھرتے کہ دلدار کو

کتیاں نے لے جھپنے کریں جپ ہری | کتیاں کوں سو دُکھ سوں لگے تھرتھری
کتیاں نے او سُد بُد تے ہوئے جدا | پلو کاڑن لگے گو وندا گو وندا
کتیاں نے سو بسری و جینے مدام | کتیاں نے سو بسری ہوئے سُک تمام
کتیاں نے سو مکھ و ید چار و شکل | کتیاں کو پڑیا آکہ مشکل کھل
کئے کفر اسلام یقیں یوں قرار | بغیر از محمد رسول نئیں ادھار
کہ جن انس ساری سو سب خاص عام | مناجات حق کن منگے یوں تمام
عرش ہور کرسی و ساتو فلک | بہشت ہور رضوان و سارے ملک
مناجات کیتے سو حق کن تمام | کہ برکت تے تیری ہزار الف نام
کہ عاشق او معشوق کوں نیک ٹھار | بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

شنیدن آوازۂ سُلی ماہ و منت و زاری نمودن پیش اِد دایہ و لباس نمودن سیاہ و آمدن پیش پیکر

الٰہی توں رکھ شرم ہزار کا | ہمت دے نبھانے کوں اقرار کا
ہوا غلغلا شور جگ میں تمام | سو لی سار ہوتا دہی نیک نام
دمامیاں دماگی بجاویں جو ساز | دریغا دریغا سو نکلیں آواز
پڑی جا یو آوازہ مہ کان میں | ر سر سُدلگی مہ اوسی دھیان میں
لگا کان ہور دھیان آواز کوں | لگی سننے محبوب کی راز کوں
پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر | لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر
کہ مارے انجھیں سگے مہر سے یار کوں | کہ کسی کس عزاباں سوں دلدار کوں
کہ رو رو کہ خوار زار ہوئی او دکھیا | اوسی فن میں سد تھیا را اس کا او ٹھیا
دوانے سو دیکھ او سے ایسا حال | شفقت مہر اس پہ کیتے کمال
کر دیک ماہ کوں یوں پکارن لگی | اپس میں ابیں یوں پکارن لگی
ول تے سو مہ پیکر مدہوش تھی | اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

گیا جوش بھر نیہ کا یوں آتیا شمع کے اوپر جوں پتنگ دھا آیا
لگی آگ نیہ کی سو بھر کر تمام اوٹھیا جھڑکا برہے کا دل کے تمام
گیا جیو کا نیر بھر دھا تیا اثر یہ اثر میٹے کا بھر آتیا
ہوا دگ اوپر دکھ یو بھاری تمام ہوا غم اوپر غم یو کاری تمام
زخم پر زخم نیہ کے تازی ہوئی کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی
اول تے دیوانی اوپر کھا بھجنگ پڑی نیہ اگن میں جو جوں تیر خدنگ
اول تے تھی بے سُد اوپر گئی لبسر ہمت ہور تقوی عقل سو بسر
اول تے تھی نادان اوپر دکھ پڑیا برہ کا وے مشکل کہیں آ کھڑیا
اول تے تھی بیٹا ہوئی خار زار کہ بالی سو نیہ دکھ تے ہوئی بے قرار
اول تے تھی نانی اوپر سُد بھولی نین تے رکت رو ہوا تن کولی
اول تے تھی بھوری اوپر گئی عقل برہ سینے تے چلیا ہو کر اوبل
اول تے دکھیا او اوپر دکھ ہوا اوڑا دھری کوں تو بھر کر جیا
ہزاروں مکر کر او جیائی نار کوں پوچھی بات نیہ کی سو دلدار کوں
نین کھول کر کئی تو نا جتنی تجھے میں سوا ولیج مائی بھنی
دوا سن غرض داشت میرا اتیال کہنا یرا احسان ہوئے گا کمال
دوا اک میرا بول تو کان لے دوا ایک سیہ پیرہن آن دے
دوا تیرا آپکار ہوتے گا کمال کہ چادر سیہ لیا کے دے منج اتیال
دوا منجکوں وعدے کا ہے آج کار دوا ایک سیہ لیا کہ دے توں ازار
دوا یو وقت ہے سو منجہ سخت تر کمربند سیہ لیا کہ دی بخت ور
دوا تیری ہے مہر منجہ پر مدام کہ سربند سیا سوں ہے اب منجکوں کام
دوا توں میری بات اب ٹک چلا کہ ترکش سیہ منجکوں توں یک دلا
دوا میرا ہے تنٹے توں سو سن جتا کہ لیا یک سیہ سب تند ہور تقا
دوا توں سو جا دار خانے میں جا سیہ ساریاں لیتاں ہو توں بگ لیا

دو[illegible]ار منج میں اتھی بات یو — کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
دوا او وخت آکر اب منجہ کھڑیا — کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا
اوبھی بول دوانی کہ سن نیک نام — خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
کہ ناری بھلی گھر میں یا در مزار — نہیں کام ناریاں کا جانا بزار
نکو جا توں دروازے تے بھار پا — کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام — پرایا مرد دیکھنا ہے حرام
نکو جا نظر تیری بیگانے پر — نکو اوڑ کسی کی توں استانے پہ
نین کھول دیک ٹک توں شوہر اول — چھپا رک توں لے نازا پن مکھ کنول
نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جمال — نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اچھال
شرم کا سو پرتا نکو مکھ تے کاڑ — نکو توں حیا کی سو پرتے کوں پھاڑ
کہ اوڑ لاج کی دوانی سر اوپر — نیکی ہے او ناری سو اس کے بھتر
نکو کر براتوں سو اپنا خیال — کہ دور رک اپس دل تے ایسا وبال
نکو لیا بوری بات اپن دل اپر — حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
نکو جا صحن میں توں گھر تے نیکل — مبادا پڑے گی کسی کی نظر
نکو جا تجے کوئی دیکھیں گے اتیال — کہ ظاہر ہوتے گا سو تیرا اچھال
نکو جا نظر توں پڑے گی کسے — بھلا ہے نہ ریشا تیرا کس دیسے
مبادا پچھانیں گے تج کوں سو دیک — کہ سمجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بیگ
خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر — نکو کر دلیری توں اس کار پر
ہوا ہے خلق سارا حیراں تمام — نکو دھر قدم توں سو بیکر کے کام
کہ دربار سلطان کے توں نہ جا — نکو تو بیگانیاں کوں اپ تگ دکھا
دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے — کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے
توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام — سزا اولڑ ناریاں کوں گھر ہور مقام
حضور بادشاہ کے نکو جا ایتال — بلا آٹیمے گی سو تج پر سنبال

عدالت میں ہو تند شہہ بیٹھیا | بُجے گا تیرا دل کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے | نکو جا بچپاری بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر | نکو لے ہمن جیو تھی تا ہور
اوٹھی بول ددا کوں کہ سن بات توں | نکو کر منجے جیو اوپر گھات توں
لگی پانوں پڑنے او منتاں کرن | لگی سیس دھرنے ددا کے چرن
کہ لیاوے توں کسوت سو میری اتپال | کر ایکار ہوئے کا تیرا منجہ کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی | اوسی وقت کچپچہ منگی تھی سو لیائی
وضو ساز شکرانہ حق کا کری | نماز کر سو سرا اپنا قبلے دھری
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر | الٰہی ہے منجہ سر پر اقرار کر
دوا ایسا دیئی سو لیتی نیک نام | کری ساری کسوت منجہ سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار | چلی وئیں پچھے پر سوں دروازے بھار
کہ جا ایک سو مار اسپ کوں گئی اتا | خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دریا رکن | رکھی تھی اُنن ہات میں اپ جتن
اوسی مار کی میں سو گھوڑا چلا | لیٹی جا کے پیکر کوں مرنے ملا
کہ دیکھی سوئی کاڑے ہیں استوار | کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سو یار
کہ محبوب کے رخ پہ وو رخ جا دھری | نظر پر نظر رکھ وئیں جا کھڑی
ایس میں اپی دونوں دیکھن لگے | نین پر نین دھر کہ پیکھن لگے
پیم راز لیا کر سو نیناں میں دھر | چھپیا راز نیناں سوا ظاہر کر
پڑھی مہ رباعی سو نیے ساز کی | کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں سیہ پوش میں | بجھر کر رہی ہوں سو مدہوش میں
کد کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں | او بلتی سو دیگ داں کی سرپوش ہوں
سُونیا مہ تے پیکر رباعی تمام | پڑیا بیت اپنے راز کی نیک نام
اگر منجہ سولی دیوے تے محبوب در | خوشی سوں سولی سار ہوں سربسر

کہ دیکھیا سیہ پوش سلطاں سوار ترنگ پر اتھا سارا تقوی قرار

کھیا دل میں یو سار آیا ہے یاں کہ وعدا کیا تھا سو پیکر سوں واں

عجب صدق و علا ہے اس نار کا عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا

اندیش شہہ حکومت طرف رخ کئے حسن میمندی کوں اشارات دیکھے

سمجھتا سیہ پوش اس نار کوں دلاور ہوا آیا ہے اس ٹھار کوں

حسن میمندی کا سر سو نیچے دھریا دھا شہ کوں کورنش سو بیجد کریا

کھیا میں سو نئیں جانتا یو جواں نہ معلوم ہے مجکو اس کا نشاں

گیا دیک سیہ پوش واں تے نکل اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل

اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا کہ کتوال کے ہات پیکر دیا

لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹھیک ٹھار نکو ہو تو ہے فام اس تے ہوشیار

رین ساری خدمت میں یوں بند کر نکو توں سوں واں پیچ کس کوں دیگر

بچھانا کو جاگا کا سو سہرا بناں او سے بہوت جیا واں سوں تلتل متاں

کہ سن بات شہہ تک تے سر جنبش کریا ہزاراں ادب کرنش سو شہہ کوں کریا

کہ شہہ کا امر سن کے بہوت پیار سے چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے

دیلائی یاں شہہ نے سو سب خاص عام کہ لے یاں کرنش کئے سب سلام

دیلائی یاں شہہ نے سو سب خاص عام کہ لے یاں کرنش کئے سب سلام

کہ سلطان اُٹ کر محل میں چلے کر اس پاس تو جے سو سارے ملے

گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں

چھپیا سور مغرب طرف جا تمام کہ تو لس جوں ماہی میں کیتا مقام

خلق کا جو غم جا سماں چھا گیا دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا

دو عالم کی دُکھ پاتک سن کر چندر کہ دیکھن کوں نکھا سو اُودر بدر

ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر را غم کردن او

الٰہی دکھا صبح رحمت ایتال ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سنگات کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
بندی خانہ نزدیک تھا یک گھر سنوارے اسے خوب اُپر تے تر
کہ پلنگاں جواہر جڑت کے تمام لے کر آ رکھے تھے سو پیکر کے کام
تیو اسیاں وجم خلنے کئی دھات سوں بچھانا بچھائی سو اس رات کوں
شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار
کیتی ساریاں ارش سو تاریاں مثال ہوا گھر میں چوپھر سو سارا اوجال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں کیا بہوت دلاسا و خاطر نشان
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام کہ حاضر اتھے سارے پیکر کے کام
کہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا پلنگ ہور مسند سوں نہ کچھ کام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا کہ او ٹھار بیگانہ درکار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام نہ سہے گھر او جنگل سہے دائم مدام
کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا نہ ہے گھر او جاگا ہے کفار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر نہ انسان حیوان تے بد بتر
نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن دوں کار نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار
لگی تھی برہ آ کہ تن میں تمام ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا خیال قد و قامت کا دلدار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سوا ایں ٹھار یہ اتھا ہم نیہ درد کوں کار گر
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس ناؤں کی نت مدام ۔ زباں کوں سو بن مہ نہ تھا کچ اوکام
کہ شب روز مہ بن نہ اس کچ دیسے ۔ بغیر مہ نہ اس دل میں دوجا بسے
محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب ۔ پوکارن لگیا ماہ کا ماہتاب
نین ہو کہ تیسی ترسنے لگے ۔ کہ جوں ابر نیساں برسنے لگے
بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا ۔ بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا
پکارن لگیا ماہ انور تمہاں ۔ بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں
میرا جیو واروں گا تجہ نام پر ۔ بلیاری کروں گا تیرے ٹھانوں پر
کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سو راز ۔ نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز
نہ منجکوں جھوٹک ہے سو اس ٹھار تے ۔ نہ سکتا ہے ہو دور نینہ کار تے
نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ ۔ کہ سکتا ہوں نیہ ڈور سی منجہ پات توڑ
کہ مہ کا فراق آ کھڑیا منجہ کو بل ۔ کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ پات ہل
گرد گرد گہ چو پھیر سو پیاری تمام ۔ کہ قاید کری ہیں منجے اس مقام
کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کوں جیا ۔ نکلتا ہے سب رین میرا جیا
نہ دلیں او دیکھن کوں تجہ مکھ چندر ۔ کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر
الہی کی درگاہ میں او خار زار ۔ بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر

الہی رکھیا نیں کس یک حال جم ۔ کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم
چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا ۔ نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا
کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی ۔ اپن گھر طرف راست مارگ سو لی
کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر ۔ بچھاڑی کھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر
لگی رونے ہور بولنے دک تمام ۔ عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام
جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا ۔ تدھاں نے برہ منجہ اوپر دھا گیا
کہ گئی ساری راحت سو دا میں بسر ۔ جفا ہور غم یاد ہے سر بسر

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں ۔ کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں
نہ جاتا ہے منجہ جیو سو تن چھوڑ کر ۔ نہ رہتا ہے نیر تے سو مک موڑ کر
عجب سخت تر ہے سو میرا جیا ۔ جفا ہور دکھ غم سو سینے سر دیا
ملیاں آ سہیلیاں سو چہ ندھر سوں دھا ۔ کہ دیکھیاں پڑی مہ چھپاڑی چوکھا
کنول مک سو کملا برہ جھال سوں ۔ پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں
بلکنے لگیاں ہائے کیا وقت ہے ۔ کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے
نہ دستا سو مک پھول یک دن کھلا ۔ کہ غنچہ کی مانند سدا ہے منہیلا
نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات ۔ نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی رہات
جتیاں ناریاں سب مل او چا ماہ کوں ۔ لگیاں جاؤ کرنے سو دل چاہ سوں
سیاہی کی تن تے سو کسوت اوتار ۔ کیاں مہ کوں ناریاں سو نیکی سنوار
گیاں باہ تن تے سیاہ ساز کار ۔ چھپا راز تیرا ہوا آشکار
ہنسانیاں تھیاں ناریاں سو مہ کوں تمام ۔ ولے او نہ ہنسنی مہی نیک تام
ہر یک سات پیکر سو یاد آؤ تا ۔ نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاوتا
نین سو نجہ صورت رکھی تھی چھپائی ۔ کہ کھولنے تے پلکھاں مگر بھاس جائے
نہ تاریاں کوں دیکتی اپس نین کھول ۔ نہ اٹھتی تھی اونارا پن مک تے بول
الیس فن متے اور دکھیا دن گنوا ۔ رین کا ہوا دگ سو سر تے لٹوا
جیتدار دیک رونے لگی او کنول ۔ کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل
کری یاد پیکر کے مک کا سو نور ۔ دکھیا لیا کر او نور دل کے حضور
منیر یار کا مک سو آفتاب ہے ۔ چندر کوں ہوا اس مک تے حجاب ہے
عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی ۔ کہ پیکر کے نور تے ہو پیدا ہوئی
کہ آفتاب ہور ماہ سا تو فلک ۔ کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک
جتے نور اس نور سوں ہے وصل ۔ کہ پرتو ہے سارے سو واو ہے اصل
کہ کرتی تھی زاری سو او شہ پری ۔ یکایک دو دا سا متے آ کھڑی

دوا دیک ارڑا اوٹھی ہانک مار　　کہ غم ہور زاری کیتے آشکار
دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما　　موا ہے یا جیتا ہے یادرا ماں
دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند　　دندیاں نے یو کیتی ہیں کیا سو فند
دوا راس کہہ دے سو کیا ہے جبر　　کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر
دوا راس کہہ تو بند یا ہے ازات　　کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات
دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات　　نہ کھہ سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات
اوٹھی بول دوا نے کہ سن او دھالی　　رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال
کہ بھائے ہیں بندی خانا اس تے کوں　　کری ہیں او قاعد سو کئی دھات سوں
کہ سن تا نوں بندی خانے کا ہانک مار　　لگی رونے زار زار مہ بے شمار
ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آئی مکھ پر تمام　　جوں شبنم اچھولاں پہ کیتا مقام
آیا تور پر تور برسات سات　　پھر یا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات
نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا　　سیہ ہو کر دستا تھا سارا گیا
کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال　　کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال
دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا　　کہ سمجھی یو نیہہ درد نیں اس دوا
برہ کی جراحت ہے سینے بھتر　　بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر
اندیش کر لگی او دلاسا کرن　　کہ پڑنے لگی او سو مہ کے چرن
سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی　　کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی
کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ　　کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر
نکو رو ملاوں گی تجے ہور او سے　　کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے
کہ جب یو ندا مہ کے کن آئیا　　گیا روح تن تے سو پھر دھائیا
کرنی مہ امید کا سو آب حیات　　بسر شد پکڑ رہی سو ملنے کی بات
دوا بولے منجے چل سو پیکر کتے　　دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے
دوا جا کہ دکھیں لانچ کتوال کوں　　بجولے لگا سو کتوال دیکھ ماں کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال ۔ دیکھاے گا ہن کوں او نوری نہال
کہ دیدار تھا منج کوں امرت پلا ۔ کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا
کہ آوں گی تج سات چھائیں مثال ۔ نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا اونبال
دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں ۔ کہ دیک آویں دور تے سو دلدار کوں
کہ پایا ہے او راحت سوں یا دُر عذاب ۔ کہ پایا ہے او ہشیار یا درا و خواب
دوانے او ٹھی یوں اُمِّے نیک نار ۔ صبوری پکڑ لے توں نہ ہووے قرار
صبوری ہے کیلی گرہ کار پہ ۔ کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر
نہ جس میں صبوری نہیں او بشر ۔ صبوری ہے ہر کار کوں خوب تر
کہ دارو طلخ ہوے آخر شفا ۔ کہ اول مشقت او آخر لقا
دیوانی سو ہو کر تکو کھا شکر ۔ کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر
رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاؤں گی ۔ کہ پیکر کوں جا دیک کر آوں گی
کہ احوال اُسکا کہوں گی توجے ۔ کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے
رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں ۔ کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں
ہزاران مکر ہور نیرنگ سنگات ۔ رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات
کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال ۔ ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال
برہ آکر چھیدیا سو اس مہ کے تن ۔ کہ شُد بُد دِھاٹی سو سٹ اپ وطن
کہ جالی آگن آ برہ کی تمام ۔ ہوا حرص ننگ نام گھر ہور مقام
برہ ڈک آ بھیدیا سو سر تا قدم ۔ بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم
کہ ھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار ۔ سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار
براہ آہ کی بجلی کڑک کر ! وٹھی ۔ کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی
نکل دود سینے تے جو چھیر لے سر ۔ فلک سات سوندی یکس یک اوپر
اوساساں ہوایاں سو چھپ چھٹ تمام ۔ ستارے ہو دستے گگن ہر مدام
آگ سنچریا جو سینے میں داٹے ۔ تدھاں تے نیکل ٹھندگی وان تے ٹھاٹے

اگن ہور تھنڈ گی ہوا چاند سور کہ دین ہور رین کون سوہے اس تے نور
یکایک چھبا یاد آیا او سے چھبے پر تے پیکر میرا منجہ دسے
چھبا چپڑ کہ دیکھن لگی یار کوں پکارن لگی یار کس ٹھار توں
سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار کہ یا ہے وو راحت سوں یا خوار زار
کہ یا اسن رکھے ہیں گلے طوق بھا بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا
نہ جانوں کہ کس کس عذاباں سنگات گذرتی ہے اس پر کٹھن آج رات
نہ جانوں اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا مچھر دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا
کہ یا ہے غریباں نمن سیے آدھار کہ یا ہے ڈلاؤں ڈول یا ہے قرار
کہ یا ہو رہیا ہے سو شہری غریب کہ یا ہے یکیلا کہ یا ہے رقیب
کہ یا ہے جو عاجز یتیماں مثال کہ یا ہے سو اس کا پیسراں کا حال
اہی حال سوں منہ سو زاری کری کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سدہری
کدھیں ہو گئی ثابت کہ گاہے اداس کدھیں بکڑی امید گاہے نیراس
کہ گاہے چھبا چپڑ کریں جاں فدا کہ گاہے تلیں آنکھو کاریں دوا
ولی منہ رکھی تھی نین باٹ پر بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر
الٰہی بنا یا زباں پر ہنر کتیاں یار سا ہور کتیاں پر مکر
الٰہی توں ستار ہور توں غفور نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور
دوا جب رضا لیکہ منہ تے چلی ولی او فکر میں سو ساری گلی
کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں نکلنا وطن سٹ سو کس دھات سوں
فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی میرے سر اوپر بازی بھاری پڑی
مگر کوئی پوچھیں کہ تو نار ہے کہ جاتی ہے کس کام کیا کار ہے
کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا بھرا کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا
بتی فکر بھوت دھات اس بھانت سیا کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں
زنانی سو کسوت سستی کاڑ کر شرم پیرہن کی سستی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال   ستی سب زناں کا جتا قیل و قال
منڈاسا سندی خوب آپ سیس پر   کہ بینی جھکا ہور قبا جفت کر
کہ شلوار موزے سو پینے او زر   کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار
کمر بند بندی ہور اوپر برولا   بندی کا بند شمشیر اس سوں ملا
کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر   نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر
لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار   ہمت ہور تقوا سول کیتی قرار
کری ساری کسوت سو سب زرنگی   کہ مانند تحقیق جوں لشکری
نکل آئی دروازے سکے بھار او   رکھی تھی اپنی من کوں یک ٹھار او
چلی ہیبت پکڑ کر سو پیکر کی کار   کہ انپڑی کیتک سات پیکر کی ٹھار
نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب   سلام علیکم اوٹھی بول تب
کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون نر   کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر
دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات   کہ ہے شہہ کی منجہ کن سو نازک بات
کہ میں سر خواص ہوں سو شاہی جہاں   سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں
کہ خطاب میرا سو مصلدار خاں   کہ نزدیک ہوں میں سو غرنو کے واں
کہ بھیجا ہے سلطاں منجکوں ایتاں   کہ جا دیک پیکر کا کیا ہے حوال
رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار   کہ پایا ہے او راحت سوا یا پڑے دھار
کہ کتوال سن یوں گیا ہڑبڑ   صدر چھوڑ ہٹ جمدڑ آ نکے آکھڑا
ہکیچ امر سلطان کا سر بسر   بجا لیا ئیا ہوں سو میں خوب تر
لے کر جا کہ اسکوں سو پیکر مقام   دکھایا سو احوال اوٹ کر تمام
رکھیا ہوں سو پیکر کوں حرمت سگات   حکم جوں کہ شہہ کا اتھیا سو ادھات
سپارش کرو میری شہہ کے حضور   بعد تم لوں دائم اچھے گا غفور
چلی چھوڑ بندی خانہ کتوال کوں   کہ جس حال آئی او یسی حال سوں
گہ جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار   رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھار ٹھار

اول کی روشن جوں کی اپنی اتھی
کہ جاد یک مہ سے ہے اوسی حال میں
کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا
سینا کوٹ لیتی تھی سٹتی تھی خاک
کری پیرہن خاک سب تن اوپر
کتی تھی دد اکاں ہے پیکر کہاں
کہاں ڈھونڈوں کس دیس جاؤں نکل
کہاں ہے گلے کا میرا لال او
نہ جانو سو ریجن ور ریجن کے بات
نہیں او بندی خانہ باغی جناں
کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے
کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال
منور اچھے گا سو گھر ہور انگن
بندی خانے کے لوگ سارے تمام
کہ پیکر کوں دیک کر سو راحت پکڑ
اچھے کا او نو کوں سو آرام جاں
کہ تمگ دیک نینا اچھیں گے ٹھنڈی
یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار
کدھیں کھا پچھاڑی سو ہوے بے قرار
دولنے جو دیکھی سو مہ کا حال
کہوں گی حکایت سو پیکر تمام
کہ سن ناؤں پیکر سوار ڑا پکار
دوار اس کہہ دے سو کیا حال ہے

پھر ابھیس ہوئی تار جوں مہ یتی
کہ پیکر کے زاری کے افعال میں
نہ پڑتی پرہ سرک میرا گلا
اوڑاتی تھی تن پر سو چو پھرتے راک
ہوا ٹکڑے ٹکڑے نین نیر جھر
بغیر ہو نو منگوں سیہ دو جہاں

کہاں پاؤں پیکر کی صورت پھل
کہ ہے منیں جیو کا سو کنٹ مال او
سنپٹر کر سو بند میں او ہے کس دھات
کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا نہاں
نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے
کہ شب روز دائم ہے نت واں اجال
اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن
مشاقت اور محنت سو بسرے مدام
کہ عاشق اچھیں کے اپن سد لیبر
اپیں کرتی ہوں سب زین خوں فشاں
پڑی ہیں منجہ او پر سو دکھ کی نیڈی
بغیر رونا تپینا نہ تھا اس ادھار
کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار
نزدیک آمہر اس پہ کیتی کمال
ہشیار ہو پیاری توں رکھ من میں خام
لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار
ہوا ہے کہ جیتا یا خوشحال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات — نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات
میں تو دیکھی ہوں نینا سو بیکر کوں جا — نکھوں گی تیرے کن نہ رکھ سوں چھپا
کہ جیتا ہے بیکر سو اس وقت پر — او سے کچھ مشاقت نہ ہے سخت تر
کہ دیکھے ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر — بچھانا سو ستر اتھا خوب تر
کہ خدمت او کرتے ہیں ہات جوڑ تمام — کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام
رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات — کہ دیتے ہیں حرمت اُسے عزت دھات
اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر — نکو کر دغا توں سو منج سوں بھتر
کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات — کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات
کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب — تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا — نہ ہو سوں یرہ تے میں یکتل جدا
نکو دے تحریب توں منجہ اس بات تے — کہ دٹھیوں گی میرا جیو میرے ہات تے
نہیں پیارا بیکر تے منجہ جیو اوپر — کہ بیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر
منجے کون بیکر تے پیارا ہے آج — منجے کر سکا ہے سو بیکر کے باج
کہ بیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں — نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں
کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا — نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سوں حیلا
کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی — نہ تھی بات میری یو قیل قال کی
کہ سوگند ابابکر ہور منجہ عمر — کہی بات منجہ راس نیں کچھ دیگر
کہ سوگند عثمان و شیر خدا — کہ اس چار یاراں پہ منجہ جان فدا
کہ بیکر ہے راحت سوں ہولے ہے آرام — امید ہے منج کوئی بیوتے نیک نام
کہ سن مہ عقل میں سو ٹیں آئیا — خلاصی کا رخ اس کوں دکھلائیا
الٰہی میلائے گا کہ یک وقت پر — کریگا تمن کوں سو نیک بخت در
الٰہی کا اس پر ہوا ہے کرم — رکھیا ہے الٰہی سو اسکی شرم
کہ سن مہ دوا تے شکر حق کری — توکل و تقوٰی سو حق پر دھری

الٰہی میں سو پن ہوں تجہ کوں اول — نہ کر سس امانت کوں توں کچہ خلل
سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر — خدا کے حوالے کیتی نامور
امانت توں میرا سو منجکوں ملا — میرا جیو سو پیکر سے منجہ پھر دیلا
امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار — بغیر از توکل نہ تھا کچہ ادھار

پھول بن

۱۰۶۶ھ ۱۶۵۵ء

از

ابن نشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو میں گل کا
محبت سوں مگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم — کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے — ہوا یونس نمن مفروق غم تے
دیا سو فیض پھر جگ کوں دو چنداں — ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جو تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے — ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر اک ٹھار
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات — کرے جوں حبیب کو کوئی کرتے رہیے بات
دسے ہاون کلی کا ہو کو لالا — دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا
دسے یوں پھول میں لالے کے کالے — چڑا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے دیکھ بلبلاں آنے لگے ہولاں — ہندے شبنم کے موتی گل کے چولاں
کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی — لگیاں سب کو یلاں گانے کر بجی
چمن کا دیکھ ہزاروں خوش تماشے — لگے کرنے نوی مضموں تراشی
بدل کے نیر سوں گل تر کیئے لب — پنچھل پانی سوں سبزے دھلوے مکھ سب
وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا — رزم کا زیب، مجلس کوں دیا تھا
دسیا اس ٹھار پریوں وو جہانبان — کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان
یکایک باغباں یک پھول لایا — ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا
تھا وو بولی میں سب مشک کے سار — تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول — جو تس کی باس پر مجلس رہی پھول
دو وہ پھول شہ کے ہات میں جوں — شگفتہ ہو رہیا شہ پھول کے نشہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں — ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں
گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں دھیر — کرانے بن کون دیون ہارے سدا نیر
دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں — دیسیا نیں پھول ایسا پھول بن میں
اگر توں پھول کا جو جھاڑ لا گا — تو لا کر میرے گلشن میں لگا گا
تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر — دہن تیرا کلی کے ناد پُر زر
شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی — وہ جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی
سینا یو بات سور کھ بھیں اُپر سر — چلیا پانی سمن ناد یک کر پھر
جو مالی پھول کوں ڈھونڈنا چلیا سو — ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو
کتنک دن کے پیچھے وو جھاڑ لایا — لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا
وو مالی روز اُٹھ یک پھول کوں لائے — نظر تَل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار — دسے تس پھول میں خشکی کے آثار
کیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر — رہے کی۔ پھول کا یوں رنگ تغیّر؟
ہوا ہے کیا سبب یوں پھول سو بول — رھیا ہے پھول یوں مخمول سو بول
جواب اس دھات[illegible] دیا شہ کوں مالی — "اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی
کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا — سٹیلا ہے عشق کا اس گل پو جالا
کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے — کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے
کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے — کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے
کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل — کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تَل
اسی بدلے دسے ژولیدہ ہے پھول — اسی کے واسطے ہے پھول مخمول
یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماندا — منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا
کرو حلقیاں کوں پھاندے کے پتے تنگ — جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ
بنا پچ سست کر سارو وہاں دام — جو سانپاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگو پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے
اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے — تو پنکھی کے نمن واں آ دغا کھائے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری — ھنڈیا اس جھاڑ تل جا کر وو کاری
دنا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے — کنک چینے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کوں پھاندے میں کیے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے — کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا — گئے اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی — سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
صبا اٹھ کر سورج کے تیں جلاوے — پنم کے چاند کوں دس دن گلاوے
ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں — بدل کوں امن دینا نیں گھڑی کیں
ثریا ہور جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے — بنات النعش کراں کو بکھیرے
رہے ہے یار دو جن ٹیک تن ہو — سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کر دو
خوشی سوں بیٹ جو گئی یک پیارے — ہو کر عقرب الوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے — پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے
کیا طالع دیے ہیں آج یاری — کیے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے — ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب — فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھار — ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا — کروں گا پھول کا بارے نظارا
نہیں معلوم اجو چارے میں دندی — گلا کریں گے ہیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر
رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر

خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل
پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل

گگیا کھانے کو جوں وو بیگ بگ کر
پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک

بچارا وہ گیا جا نڑے کوں کھانے
لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑ پھڑانے

طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں!
نہیں کچھ خوب اے صاحب تمیزاں!

طمع داری سوں کھانے جا کو چارا
پڑیا وو بند میں آخر بچارا

طمع داری تے آتی یار خواری
طمع داری میں نیں ہے رستگاری

طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں
وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں

گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب
لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب

کہ، اے جیو کے مرے ساتی، سنگاتی
اے راحت روح کی اے دل کے ساتی

ترے رخ سوں تھے روشن نین میرے
ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے

اتھا تج دھر تے تازہ برگ میرا
جدائی میں تری ہے مرگ میرا

پڑیا ہے نین تل اندکار میرے
رہوں تج باج کیوں کر یار میرے

رہیا تھا آج تک نا بھاگ کر میں
پڑیا تھا چھانوں ہو تجہ پانوں تل میں

جدھر جا کر بھی آتا تھا اُسی ٹھار
تجھا تھا پلک کوں، نا پلک بھار

جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں

بہوت دیساں تھے تجہ سوں مجسلک تھا
ترے سایہ منے میں آج لگ تھا

میں سنبڑیا ہوں سو غم نیں مجھ کوں اے حور
یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور

پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل
ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل

سنبڑ کو دام میں کرنے کوں زاری
دیکھت وو دور تے پاپی شکاری

پکڑ غصے ستی دانتاں منے لب
غضب سوں آ پنا گردان کر ڈب

دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر
ستم کی آستیناں کوں چڑا کر

سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات
لسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیر اٹھار — سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
بخیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ — کہ تھا وو بلکہ چشمِ مور تے تنگ
شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا — وو پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھاکو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدنِ بے قراری بلبل و پرسیدن احوالِ او و اظہارِ آں

پوچھیا پنجرے میں شہ اس کوں توں کئے جو کچھ کہ جھلتا ہے
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تھیں رہیے — نپٹ درس کے دروازے بند ہوئے گئے
منہ ڈھنکنکھاں میں اپنے گھال لے کر — لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر
تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے — لگیا رونے بلکنے ہور تپنے
کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات — گذرتے سو مجھے حیفی ہیں دن رات
کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال — ہوا سو حال میرا غم سوں پامال
بچھڑتے سوں ہوا ہے تلخ جینا — کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹتا ہے سینا
دنیا دوزخ ہے مجھ اس حور کے باج — دسے دن رات ہو اس سور کے باج
پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں — ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پوروں روں
پون بن نیں ہے میرا کوئی محرم — جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم
پون کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے — مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے
اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن — میں اڑ کر بلاں تے جاتا کہ ہر یک فن
کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاوں
صبا اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری — دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری
لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات — لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی۔ ترا سر یوں پریشان ؟
پریشاں جیو ہور خاطر پریشان
ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت
توں کی، پکڑا ہے بارے کی خصالت؟
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب
توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟
مرے دِھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟
ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل ترا خوں ؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ
لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ ؟
بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے
توں بلبل بول کس مقبول کا ہے ؟
دریا تے نین کے موتیاں لکے تئیں رول
دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش بادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کوئی نا سنے تو
اگن کے پھول میرے نا چُنے تو
کسے کوں درد دیو دل ہیں جو ہے پور
زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے
جو کوئی پر ہے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے
پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اپے دل
وہی بوجھے گھڑیا ہے جس پو مشکل
نہ کہے جاتا نہ آتا ہے کنے ہیں
نہ کہے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا
پرت میں نیں مرا جلتا ہے جیلا
کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا
کہے تو بات کس سوں فائدا کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم
آ نیس کے دو کنول تے کار شبنم
کیا اپنے غم کے بن کے درد کے جھاڑ
درنگ پو کام اپنا توں نکو پاڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا منٹھا کام
نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے دِھر بول اپنے جیو کی بات
کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا
زبان مطلب کے باتاں سوں اُچایا

لگیا کہنے اول گزرے سو باتاں
برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا
نہ تھا پروا اُسے کچھ مال دھن کا

بڑا تھا بہوت سب سوداگراں میں
اتھا مشہور سالم بندراں میں

مناں سوں تھا بھریا کھنڈیاں سوں سنا
تھیلاں کھاں اشرفیاں کڑراں سوں ہنا

قماشاں کے جدھر دیکھے بی لیتے
رہے تھے لے دوکاناں پر دور ستے

ہریک کالِک کے ہریک کے اوپر مول
رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول

حریر و بافتہ سالو سری صاف
مشجر، تاختہ، دارائے زرباف

سمور و سندس و سرمک خطائی
سلیلی، صاحبی ہور کربلائی

خزو اکسون و اطلس دق و دیبا
خشک ہور طاش، خطی سوف زیبا

مطبق، نیک و سقلات و مخمل
قلمکاریاں و چھینٹا ہور ململ

پتمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں
تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں

بہوت نازوک ہندی بنچقولے
بہوت باریک تاواں ہور پتھلے

یوناہو کربی سودے تھے دریائی
ہے جس میں فائدا دیوڑی سوائی

پیتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے
دریا گرجی سوں سک کے گدگڑے تھے

پیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں
نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زمیناں

ستم دو دن جو گاڑیا تھا گڑا وا
پڑے تھے بندراں سالم پڑا وا

کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا
کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا

کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام
کدھیں جاتا بنگالے پر تے آسام

کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن
کدھیں جاوے صفاہاں تے مداین

کدھیں تبریز تے شروان جاوے
کدھیں ہمداں سوں کاشان جاوے

کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس
کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس

کدھیں اچھا مقام اس کا سراندیپ
کدھیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر چلیا وو اچھا ختن میں — کدھیں دکاں کھولے جائیں میں
کدھیں شیراز سوں جاتا دماوند — کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند
کدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا — کدھیں مانڈو و کدھیں ماہور جاتا
تجارت کے بہت سودات سوں وو — گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو
اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات — گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات
مری اس وقت تھی اوّل جوانی — نوی انپڑی تھی مجہ کوں شادمانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے — بندھے ہیں حد بڑے تا تیس لگ ہے
کہے ہیں با ضرورت تا چہل سال — بڑیاں کوں ہے سمج پیلاڑ کا حال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی — بڑی یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی — نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سر کاں — سرک میں دل کشائی کے اتر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر — وو کاں ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں گر میں پشانی — چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں — ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز — چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز
نین نرگس کنے کا سو ہے ڈوری — کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
کلی چنپے کی کر ناسک کوں بولیا — دسے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا — ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں — وو نرمی ناز کی کس لال میں نیں
دسن کوں کیوں کہوں انار دانے — اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے
ٹھنڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے — یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں تیغ تور — ہے قبضے نور کے، اس پر بلا دور
کتے پھول گیند مج آتا ہے نمان — کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار
کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا
سرو تھا کیوں کہوں میں اس کے قدکوں
میں سرتے پاؤں لگ اس موہنی کا
جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے
ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا
جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج
پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور
لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے
لگیا سو بھار دل کوں باٹ کر یک
کلی نمنے ہوا دل تنگ ناشاد
دھوئیں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے
سو وو اوتار پدمن ذات بدلی
ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
سچ کر رہے جو کوئی تھے ہم تریاں
لگے کہنے ہر یک کئی پاکو بچھانا
جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق
ہر یک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
سینے میں دم کوں لینے ساندلے کر
نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ
تو رنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس
یکیلا اوس گلی میں کئی نہ دو جا

شئوں میں کروراں کوں اس پرتے وار
کمر کے سامنے شرزا ہے، ہور زا
انیبڑنے کاں سکت اس قد کی حد کوں
کہ تھا تیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا
ہنسو گر تس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے
تماشے کوں مرا دل سر اچایا
تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج
پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو
پرت کی چٹ پٹی مجہ کوں لگی زور
لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے
اسی باتاں سوں بھیا دل میں تن دگ
ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد
گگرم بھاپاں سوں ہونٹاں پر چھلا آئے
طبیعت کی مری سب دھات بدلی
اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں
لگے دینے گواہی آستیناں
وو ہے جاتا فلانے کا فلانا
جو آیا دل منے میرے ابل شوق
بلو چھپ کر دیکھوں اس اچپلی کوں
کمر کوں اپنی دامن باند لے کر
چلوں اس کا نہ تھے اس کا ند کوں لگ
پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے رتس
چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کہاویں چندر بدن کے گھر طرف موں
ہر یک بِنس نین کے تارے بکھیروں

ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں
دھوپیں سوں آہ کے باندوں کھلاواں

کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی
اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی

کیتک دن کے پیچھے امید کا سوُر
مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور

نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار
مرے طالع پَکر آیا، سورک' بار

یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار
مرے ہور اس کے دو دیدے ہوئے چار

نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک
ہوا میں حسن کی اس کے رہا ٹھک

گیا سو دشت کا آہو نکل کر
پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر

اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل
ہمن دونوں کے دل رہے یک ہو مل

ہوئی سو مہر باں آخر پری زاد
کروں جیوں یاد میں وو بی کرے یاد

کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ
کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پر پگ

کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن
کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن

کدھیں انبڑاوں میں اس گھر لیجا کر
کدھیں انبڑاوے وو بھی منجہ گھر آ کر

کدھیں اس دھات سوں انیں سب گذرتے
کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے

کدھیں کئی نا سنے تیوں بات کرتے
ہلو باتاں اشارت سات کرتے

کدھیں دیکھ سکتیاں میں دِنہ نو آتے
یکس کوں ایک نظراں میں چراتے

کدھیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار
پیارے آنکھاں پلک کوں نا پلک مار

بہر حال اس سند سوں مل ہمیں دو
محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو

یکایک یو خبر زاہد کوں انپڑاٹے
یوں اس کے دھیر جا چاڑی کوئی کھائے

نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چا کر
ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا

نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں
نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ[ص] کوں

نہیں چاڑی علی[ع] کس تے قبولے
بزرگاں کوئی نیں چاڑی پوچھولے

لگیا زاہد خبر سن تلملانے
آپس میں آپ چاڑیاں غم سوں کھانے

حیا پر کا اُڑیا، کر سن کو سر پوش　　ہوے اس ہوش کے طبقاں فراموش
لکھیا ہے سو انٹرتا ہے و لیکن　　رہتیا نین جیو روئے ہور تپے بن
ٹرپیا سو شرم کا گوھر نکل کر　　دریا غیرت کرا آیا اُبل کر
لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں　　اجاے آبرو کی آگ جیباں
کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم　　خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا　　دو جا حجرے نین خلوت سوں تنہا
کھڑیا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات　　پسارا نپے دو ہت جیوں داک کے پات
منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل　　منگیا صورت، ہماری ہونے تبدیل
تھے رحمت کے کھلے اس دن کو اڑاں　　کھلے تھے فیض کے اس جھن کو اڑاں
دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی　　سپہر میں ساتوں انبر کے گذر گی
اجابت کے نشانے پر لگی سو　　قبولیت کے شانے پر لگی سو
ہوا میں ماتمی کسوت سوں بلبل　　ہوئی زاہد کی بیسٹی صورت گل
رہیا ہے تو تے منج میں درد نا کی　　گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی
ہے منج میں تو تے سنبل کے نمن تاب　　وو نرگس کے نمن ہے تو تے بےخواب
دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر　　کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجے معلوم ہے سب
مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

دربیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہزاد میں اپنے
پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر　　خزینے دار کوں اپنے بلا کر
گیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ　　دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ پر اس کوں پھرا دیں — تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں
وو شہ فرمایا تیوں جا ہیک خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن
انگوٹھی لے، وضو اوّل پکڑ کر — دہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر
گل و بلبل کوں شہ انگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو
یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں — یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں
کہے ہر کوئی دونوں کا نجھا موں — کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں
دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر اسے تھے شیریں و فرہاد
مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا
دیکھت یو حال شہ ہو بھوت دل شاد — لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد
تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا — کریا شہ شکر کا دو بار سجدا
اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتار ہے دو جا سو خاتم
دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں چاؤ — کیا جا واں سوں دونوں کو ملا بھاؤ
مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ — حضوریاں میں اسے جا گا دیا شاہ
صبا اٹھ شہ کی وو خدمت منے آتے — قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلاتے

بیان پادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے یچھیں یک خوب کچھ پچ تے
کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے ہو راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست — کتا ہے یوں حکایت میں حکایت
کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج — تو قصہ بول کچھ سامنے آج
جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام — کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام
پرت ہور بھوگ کے اچھتا یو دو من — کہ یو وو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو
سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل
سرب دل کا بل اس پر تھا مسلم
بزرگی میں سورج تے محتشم تھا
وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر
خبر انپڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں
کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش
سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناؤں
وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں
خبر جس آئی تھی کئی دن تے واں کی
اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں بلکا
سپہ سالار اوپر بدگمان ہو
ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں
جو کئی پھیر پھیر کو بدلا وے ہے ایمان
جو کئی ایکار کیس کا نا کرے یاد
اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر
حکایت بول کر یک، دفع کر غم

حکایت سوز کا یک یوں کہا وو
ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل
بونداں مینہ کی دسیں تس دل انگے کم
اسے ذریاں ستی اگلا حشم تھا
جو بیٹھا تخت کے اُپرال آکر
کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں
بچھتر نقش لکھ لایا ہے نقاش
پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں
گیا تھا ملک لینے چین کا جھیں
سنی نئیں گئی تھی بات اس کی زباں کی
کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا
ریشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو
کہ جاتا ہے طوا جیوں میاں میں ہیں
تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قرباں
فلک چھیلو اُسے جیوں زنگ کے نار
ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر
توں دل سوں ہر سنہ یو رفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک روایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں ۔ کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں
کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا ۔ ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا
اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دایم ۔ ملے وو خاک کے جتو گیاں سوں دایم
تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری ۔ کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری
سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا ۔ سو یک دن ٹھیک جوگی کئیں تے آیا
لگا کاناں کوں مدرے ہور چکری ۔ سنکی یک ہت میں یک ہت میں کھپری
ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا ۔ گھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
سنکی قوس و قزح کے سار رنگ دار ۔ کھپر تھا اس کنے خوش دلو کے سار
لگا کر ایرا ایسا تن اوپر خاک ۔ دسیاں یوں جھکیں اچھیوں ثریا ہے افلاک
اپے جا کر کوں لیا یا شہ بلا اس ۔ لگیا احوال پوچھن بیلا اُس
کہ کاں اچھنے تمیں کر بٹھا رتے آئے ۔ کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے
کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے ۔ ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے
جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور ۔ ہے بات اس کے ہماری ذات کی دور
بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب ۔ کیا تھی دوڑ اس کوں روز راتب
دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار ۔ کیا میں بی کروں یک اس پر ایکار
منتر سکھلا گیا یک کاڑ کر بید ۔ اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید
منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا ۔ منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا
وزیر اس شاہ کنے تھا ایک کامل ۔ ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل
قضا را اس دیاں ہیں یک کیبل کام ۔ کھڑا سو بیگ آیا دے سرانجام
کیا شہ اس یہ ہو کر بھوت خوشحال ۔ جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال
وہ پھر یوں شہ سوں بولیا بس جھکیں دھر ۔ تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر
کرم بخشی تو اتنی نی کریا ہے ۔ منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے
ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے ۔ جو نقل روح آزمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم
نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم
ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان
نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
نظر رک محبہ یکنے کے اپر شاہ
عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ
سنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات
لگیا اندیشنے لاگال کوں بات
گیا میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں
دیے تیوں ہے موں میں جانسا پیکھایاؤں
یو مایا یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر
کبھی تیوں ہے سپھر آیا توں پر پڑ
بکٹ یو یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا
ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بلانا
و لے یو لیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر
ہری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
نہ بولوں گا تو آتی ہے دروغی
دروغی میں ہے حاصل بے فروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا لگے
جگت میں کون شاعروں کوں پتیا گے

یو پایاں سمجھ لے کر سب اول
کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پر دھیان تیکھے جیوں
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہوسنا ک اس بچن کا اٹھ ہوس دھر
لگایا بات کے بینکھی کوں یوں پر
گوئی تے شرق کی جیوں سور کا ہاگ
جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑتا آگ
ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس رم
جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم
نکل کر باز آیا مسعود کا جب
ستاریاں کے اڑتے مرغابیاں سب
کیا شہ صید کا اس دیس آہنگ
پرندے ہو لے پر نریاں کا دیکھ رنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر
خیال ایسے ترنگ

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات
اتھا وو بی وزیر اس شاہ کے سات

بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل
اتھے بارا اس ذناں میں پھول ہور پھل

بتاو و واٹ تھا جنگل جو کھول انک
نہ تھا قدرت سُرج کو دیکھنے جھانک

دسے وو اس روش جو بھیر چھا کر
کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آ کر

اگر بارا کدھیں واں بیس کر جائے
تو آفے سیس کوں واں بیس کر جائے

کر چھایا تھا سو بن جیا رو کدھیں وو
سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو

دسے یوں ہو کہ پھولاں اس جھار سالے
گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے

دسے پنکھاں کے یوں اڑتے سو واں دل
چلے جیوں تول سوں بارے کے بادل

زمیں پر واں کی بستے تھے چرندے
گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے

لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا
ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا

ہوس کا درس ازبر کرن ہارے
سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے

ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کو کاڑے
چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے

سیہ گوشاں کے تختیاں بی اُتارے
چرندیاں میں اُجانے کو دھولارے

ہر چتیل چکاریاں کوں کرن جوڑ
لگادے تھونک پٹیاں وین ہوتی دوڑ

چیتے دکھلا کے ابیں کر غلولے
پڑے ہرناں پہ ہو کر تو پاں کے گولے

سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش
ہوے بے ہوش، کر ہوشاں فراموش

کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں
اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں

سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں
کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں

چیتے سب تن کے ٹپکیاں سات کالے
[illegible] یوں جیوں جرندیاں کے ہیں جالے

یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے
بلوں نزدیک چیتے دشٹ جیوں آئے

کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں
چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں

ہر یک اونچی نوانیاں میں ہر یک جھار
جنگل کے وحشیاں کوں یوں سنوار

لگیاں بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب
زمیں لہو سوں چکر ہوئی جاں تہاں سب

بڑے دیک جانور بھتیس کے ابر ڈاٹ   محل تھا ٹیا یکڑ اسمان کی باٹ
بچانے کر ایس کوں اس خطر تے   چھپی پاتال میں جاگا تے ڈرتے
ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں   چکائے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں
ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز   کتے چمکار کر بازاں کو پرواز
کلہ انکھیاں پوتے بہریاں کی کاڑے   کنک ہوسیاں جو تھی اس حق میں گاڑے
لیونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے   چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے
ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ   ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ
ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں   اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں
دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال   دعا جیوں کا ملاں کی جاوے آپرال
زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو وو مل   قضا جیوں آسماں تے ہوے نازل
سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھاب   لگے سٹنے گلے چنگل ستی چانپ
پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیاں کے ٹھوسوں   دسیا میہوں ہور بارا ہو کے سب کوں
ہما دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں   رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈر سوں
دیکھت مرغاں کوں سارے گئے سو بھانے   چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میانے
ہواداں کا پرندیاں سات کر صاف   زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف
ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب   پھر یا واں نے لے شاہی کے مراتب
کریا سو آخر اپنا کام تقدیر   ٹڑیا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر
ٹڑیا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر   قضا کیس گھڑی دیکھو ثیب اس سیر
وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی   زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی
یکایک دیکھتا ہے باٹ میں تو   پڑیا ہے یک ہرن جیو اپنا کھو
رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی   نہ تھی کچھ تن منے دم کی اکلیالی
ملے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا   پیہتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا *
کیا شہ تن ست اپنا اس منے جاؤں   ہنر کیا ہے؟ سو بادے تنج اڑما دُن

جنگل پکڑاوں ٹک ہرناں کوں بارے | پھروں لے پیٹ سوں ہرنیاں کوں سارے
ہر یک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاؤں | غزالاں کوں ایس کا زور دکھلاؤں
ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا | ایس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا
ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ | چلیا پھرنے کوں جوں اسمان دو ماہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں | سو نکھن جیو کے اس پیرہن کوں
مکتی اس سلطنت کا دل میں آیا | حکومت کا ہوس اس دل میں آیا
دلی نعمت یو اپنے ہو بد اندیش | بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
نہ باقی رکھ کے ذرہ کچ جسد میں | سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں
مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا | سنے کے جام میں جیوں زہر پایا
جسد اپنا کھڑگ سوں توڑ کر سٹ | ہرن کر شاہ کوں، تھانہی کیا چٹ
جو سورات آکے اس کے دل میں داٹی | مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ | نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ
وفاداری کی سٹ دل تے صفائی | کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی
چڑیا سو بات شہ کا پاک تن وو | سیلیاں ہو چلا وین اہرمن وو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے | ہلوں وین تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بدگہر واں تے محل میں تھی رانی کن
سچ اس کی خصالت کوں رکھی تھی ایس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں | جنیدر سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں
تہیں پکڑی تھی وو گھر کی کدھیں باٹ | نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ
کدھیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جاتے | دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے
کدھیں لیوے کنگوی جو کھولنے بال | نمونا ہے پنچے کا کر دیوے ڈال
کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل | ایس کے کھینچتی تھی مکھ یو آنچل
سدا شاکر تھے اس کی گت پوچھیاں | سنواں کھاتے تھے اس کی لوبیاں

ووست کی ستونتی اوتار ناری — ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری
جو دیکھی وو چلن ہور اس کی وو چال — کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال
کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یو نیں — سنبھالوں یار ے ممکن ہے ملک میں
نہیں وو خوب جو ہونا پشیماں — سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصاں
وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال — ہنر سوں دیوے ستونتی اسے ٹال
غرض مندی کے لے آوے تو وو فن — کرنے بہانے سوں دفع الوقت وو دن
چڑیا سو دن پو دن ویں بیرہ کا بھار — اسے دکھلاتی اپ سیں کر کو بیمار
نہ دی ووست بھی کس بات کوں راہ — پڑی برہے میں تس دن کھینچتی آہ
تھی آپس میں اپے روتی و تپتی — رہی نرجیو ہو اس جیو کوں جپتی
لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات — سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا جا ہرو کر شہ لڈیا اپنے محل پر جیوں
پھر اک تدبیر سیتے وو دکھایا شکل انساں

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا — رہیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا
ہرن کے تن میں شہ کا جیو سمایاں — جو مشک اچتا اسے نافے منے جیوں
دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے — گھٹے خوں جگر نافے کے نمتے
جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپھی — بچکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپھی
جو غم جس وقت دل میں یاد آوے — ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے
نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر — غمتے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر
بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی — دریغی سوں کہے یوں دل میں ہور رئی
خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی بات — گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ
دیکھو اول وو کیوں خوبی سوں بلتیں آ — برائی دل میں ستی کیوں اندیشا
کر اول گرم مجھ سوں دوستی کوں — کیا مجھ سرد آخر دشمنی ہو
سمج نیں تھا بلا یوں لا کو بھاگا — بلا میں بھاد غایاں دے کوں جاگا

بہر حال اس سند چندر روز تھا شاہ
سو دیکھا رہ میں ایک طوطے کوں ناگاہ

نہ ملتا ہے نہ چلتا ہے پڑا تھا
تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا

دیکھا اس شہ دل میں لایا ایچ یو خوب
کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب

جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود
مرا اس کام میں بیگی اچھے سود

گُندا اپنے دل منے اس بات کا ہار
ملن کے نادراواں کا ہوا سار

جدا یک زندگانی کا کیا مست
خضر کے نادکیتا سبز کسوت

کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا
زمرد کے لوٹے پنجرے میں آیا

پھرا کر بھیس آہو کا ہوا طیر
یکایک ویں اڑا سو وو سبک سیر

شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر
پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور

اسی کے گھر یو جا ایراں اُتر یا
وہیں باتاں منے در حال آریا

شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو
لگیا کرنے کوں بہا ندا مستعد وو

ترت راواں خیال اس کا سمج کر
اُچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر

کیا یوں وو ایس کے راز کوں کھول
اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول

کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈ ہار
ہمن ایسیاں کے اے نس دن طلب گار

پکڑنے کے بدل حیلیاں سوں جج کوں
مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں

ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں
آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں

ولیکن بیچ توں مجھ، شاہ کے پاس
دو لک ہن میں نہ دے گر کم ہو یک کا میں

کر ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال
کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال

بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا
لگا یوں اس کے تن میں جان آیا

شتابی سوں لجا اس، شاہ کوں دے
پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے

شکر ایسی وو شیریں راویں کی گفتار
رکھیا حیران ہو وو شاہ مکار

مٹھی باتاں سوں اس کار کھ مٹھاؤں
رکھیا اس ستو تی رہتی تھی جب بھا ولا

شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا
خرابی ہے کر اپنے نیں پچھانیا

اتھا چند روز یا رے واں وو راواں
دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر
زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر

کھیا اس دھن سوں یوں اے سرآزاد
جوانی کا ہوا کی رنگ برباد

ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد
جو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رد

کلی کے ناد دل کی ہے تراتنگ
گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ

رھیا نیں زلف کے سنبل کرا تاب
گیا رخسار کے کی پھول کا آب

لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر
ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر

ترے دو نیں کی دستے ہیں پایاں
پڑے کی مہ کے نمنے کچھ یو جھایاں

چلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ
دیتی پھر کر جواب اس دھات وو ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات
دلوانیں سو سہاوے کس ملات

جو نیں جس کے اچھے کاموں میں مقبول
وہ کیوں کر خوب ستاموں سو توں بول

جونا پھرتا اچھے جس تن منے دم
کیوں اچھتا، تو رنج اس کا بول عالم

برہ میں جیو دینا بہوت آساں
ہے جینا پیو بن مشکل ککر جاں

پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں
محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں
ولے جاگے تے اپنے نیں ٹلی ہوں

جو طوطی قایم، اس یاری میں دیکھیا
محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو موتیاں کے اپسے ڈھال کر ڈھال
کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن
لگیا اس، آئے تیوں پھر تن میں جیون

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں
لگیا اس، آئے تیوں پھر کر سلیمان

عجب کچھ دیس راحت کا اہے وو
بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو

ہنر لیتی اپس کے نفع کا پوچ
لیتی تدبیر اس کے دفع کا پوچ

کہا طوطا وو یوں اس ست پھر سوں
حیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے گا ترے کن دو نما جا
اسوں یوں بول نیں ہو توں وو راجا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں ہر چھن
کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن

منجے گا ہے دیکھیا تا تھا وو عاقل
دیکھیا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل

دیکھانے گر ہنر آئے تو کافر
موی قمری کوں اس کے سامنے دھر

کرے جب روح کوں نا ہوئے تیوں خام
وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام

حرم میں ایک دن آیا سو وو کول
سکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول

اچھل پڑ کر کہیا جھٹ آپر آ
توں کیوں منج آزماتی ہے سو آزما

موی قمری کوں لیا کر درمیانے
سکی سٹتے ہیں جیوں کئی آزمانے

ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور
سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور

وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا
جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا

ترت جیو کوں آپس کے اس میں پاڈیا
پکڑ کر تانگ قمری کی پچھاڑیا

سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا
خوشی ہور عیش کا لے تخت بیٹھیا

کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کر موں
کریا اظہار اپنا حال سب سوں

دنیا پھر کر کرے ساز عروسی
لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی

یکایک کئی وزیر ایسے ہنے آ
اوّل مدح و ثنا شہ کا بجا لا

گیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع
گیا بد بخت وو یوں ہو کے ضایع

جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے ایراں
ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال

یوسن کر بات شہ اس دھیر کر رخ
ایسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں
گنوایا بات سوں اپنے نگیں کیوں ؟

قضا سننے پوچھے کر شاہ کا من
لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت
وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشنِ عشق

۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء

از

نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منوہر کے والد کا زماں جیں کو تخت پر تھے خوش ہو رہتی جیسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا — جسے ملک شاہی کرا تخت تھا
سہے نالو بکرم جگ آدھار تس — کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس
نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم — ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم
جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے — پڑا او پکار پر کاج پر درد اچھے
پتھر ہو سنا جس پر سں چھا نو نے — زمیں کا بی اُبلے دھن اس نالو تے
دشیا جس کے گھر داس کی داس جم — ہوا قبال اچھے بندہ در پاس جم
دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند — کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند
سعادت کے گو ہر کرا مشتری — ادک بدھ کے باز ار کا جوہری
شجاعت پر اس کے سو بہرام لام — سدا سرخ روئی منگے اس تے وام
سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے — چندر مہر انگے تس کے شر موں گلے
جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے — تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے
سو غواص اچھے بحر گن گیاں کا — شہنشہ دسے شہر عرفان کا
دھرے صف میں اپنے چپ و راستہ — جتے فن میں ہر مرد آراستہ
عنایت جسے رب بے ریب اچھے — کہ اس دھات گنجینۂ غیب اچھے
جو خالی کریں بحر ہور بر کی کھسو — پڑے تس کے کونے میں جا یک رخن
دھرے بے گنت لشکر و پائے گاہ — جو دیا سو جتا پائدل ہور سپاہ
متی ہست حلقے کے تھے بے شمار — پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار
ہو پرتھم نے یک چتر راج اپیں — کہا وے سو راجیاں کا سرتاج اپیں
جتے راج بھاری بدل بھارے — لگیں فوج میں اوس کے سردارے
سبھا ہر صبا جب کرے داب سوں — جتے چھتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف بصف / لگا لگ کھڑے ہور ہیں ہر طرف

دھر نہار تھا سور سا یک نظر / جنم یک روشن خاص ہور عام پر

دو بخش تھا ہر دل ریش کا / نگہبان یے کا نہ ہور خویش کا

نگر میں نوا کاج نت آئے دس / گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس

دیا تھا خدا اس کوں سب کچھ مگر / ولے سخت محتاج تھا بن پسر

دل اس کا اچھے گرچہ سب سکھ سوں باغ / دھرے پن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ

اپس عمر کا جب ڈوبے آفتاب / خلف چاند سا نیں سونا تب مناب

گگن پادشاہی کیرا خوار ہے / یو تاریاں سے عالم پہ اندکار ہے

جفا اس اندیشے کا نہ سوس کر / کہے من میں یو آہ افسوس کر

اسی سوز میں کیا جنم کا چنار / بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی نار

نہ دیکھے پن اس دکھ کے دریاز کو / خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو

خدا کی کرے باٹ میں خیر نت / لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت

سچیں اوس کے بخشش اتھیاں گنت / کرم کا مگر بحر تھا باج انت

کہ جب خازن شب چھپا دے درم / کرن مہر طبلک یہ دن کا حکم

تب اس شہ کے خارج مولک یار / رہیں آن کر نور تن کے ڈھکار

سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام / ملیں شہ کے جب دان کارن تمام

دو نوں ہٹ سوں جڑ تخت بہر صبح یوں / کرے دُر فشاں صبح شبنم کوں جیوں

اُتر تخت جیوں شاہ گھر بیچ آئے / تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے

جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی / شریک اس کے اقبال ہور بخت کی

ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات / اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات

سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے / وہیں آن الوان نعمت کھلائے

پچھیں کسوت خاص ادک مان دے / بنا کر روانہ کرے پان دے

تو اس وقت وہ شاہ عالی مقام / شہر بیچ آ شب کے لیوے سلام

زنباڑے الس مکھ سوں ہر تن کے نیاؤ — بندھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاؤ
شرب بادشاہی کی لیوے خبر — دھرے پیارا دیک نت رعیت اوپر
رہتے بھوکے پڑیاں کوں کرے سرفراز — نوازے جسے پائے صاحب نیاز
صبا پر صبا ہوا ہیں سبے گمان — کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو — سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو
دیکھو جان اچھے جگ میں تس یوں کرم — تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم
نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج — کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج
جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے — خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے
نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس — کہ دیتا ہے داتا دھنی یک کوں کس
توکل پہ تس جس ہے ثابت یقیں — نہ رکھے تس کے مقصود دنیا و دیں
عجب ہے ہمارا دل ناصبور — جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور
جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر — وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اُسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے — نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے
بھلا ہے اُسے تیغ سہنا بلا — خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا
کہن ہار یو قصہ دل پذیر — کہی کھول کر بات یو بے نظیر
کہ یک روز وو خسرو نیک فن — سخاوت تے پھر آسے دایم ثمن
سو مکھ ہات دھونے تے فارغ ہو سب — کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب
وہ تب نارکندن کی چوکی پہ لال — دھری حرمت کا آں بھوجن کا تھال
سٹیا شاہ جیوں ہات نعمت کے دھر — پکارا ریا چھجے تل تلگ یک فقیر
لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب — کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب
انتر دوں پچھیا رنہ کرنے سوال — چلیا سامنے اس دہیں لے کے تھال

کیا جیوں جو سمنو کہہ ہو چک چار امیر — نہ لے کچھ بی چپ پھر چلیا وہ فقیر
کھیا شہ اپس دل میں ہے شد کیا — کہ نہ لے چلیا بھیک ہے بھید کیا
وہیں دوڑا ئیں سیس دھر اس چرن — کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من
کرم سوں ہٹک آکے پچھاں لگ اول — مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل
یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب — دیا یوں مٹھے لب سوں کڑوا جواب
کہ چل بیگ او جا مج چرن پر تے سیر — روانیں جو پیوں پانچ کے گھر تے نیر
بچن سن یو شہ گھر مٹے پھیر کر — خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر
گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار — پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار
چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا — کہن زخم سوں چھوٹا تازی کیا
مل انجواں کے طوفاں میں شر شور سوں — اساساں کا بار اچھوٹیا زور سوں
چھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز — ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز
پڑیا فکر کے بحر کی موج میں — ہوا دنگ ہر موج کی فوج میں
ہو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا — گلے داٹ چینڈ وا دک بس چڑیا
گیا ہوش تس بس کرے تاب میں — ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں
دیکھت شہ کا یو حال لالی ہو دنگ — سو ہمدرد ہو دھر کے تس دکھ میں انگ
کرامت بچن سوں دلاسا اول — سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل
دکھانے اسے دکھ تے سکھ کا کنار — نصیحت کا تختہ ستی بدھ بچار
کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن — کھیا کیوں توں چپ بس ہلا کی میں من
نکو کچھ اندیشے کے پڑ آب خیال — کمر بند ہمت سوں اپیں سنبھال
وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا — جکچھ من کے مقصود سو اس تے پا
سمج فیض بخش اس ہما کا نشاں — سعادت کا جس اوج ہے آشیاں
پچھا دیکھ اندھارا اجالا تمام — تردد کا سٹ جگ پہ جال تمام
جو یو وہ ہما صید تج دام میں — کرے شاہ مات اس دلارام میں

توں آوے تلگ عقل سوں کر علاج
چلاؤں گی میں نت ترا ملک و راج

تجھے تل ٹنگاتی ہوں میں یک جرس
پھر آوے سفر کر توں جب ہوس رس

نشانی سوں آکر ادھی رات کوں
بجا مار تب تیرا اپس ہات سوں

سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر
بولالیوں کر بہت سوں دربا ذ کر

بچن نار جب عقل سوں کی سنوار
وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار

ڈھنداؤنا امید کر دل تے تج
لمن جاؤں درویش سوں دھر کے کج

پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں
چلیا یوں وہ جوگی ہو پردیش کوں

کنتھا سخت محنت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا

چرٹھایا سو تن پر قناعت کی راک
سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کی مُدری دیا گوش کوں
کیا چلم زنبیل ادک ہوش سوں

یوں راحت کی دنیا کوں برگان کر
لیا راکھنی یگ تلیس آن کر

لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل
جلانے ہوس کی دُھونی نت سگل

اپس نفس تئیں ران کر سنگ کیا
بھوکا کر جگا نے سنگاتی کیا

دھریا خوب ہتیار کر ہات کے
گھنیری چکر تیز دعوات کے

کمر لیتہ ہمت کا بھاری کیا
اٹل قصد کی بہت مُتاری کیا

دھرن جلد ہر کام میں تیز بات
لیا ہوش خیالاں کے چیلے سنگات

مگر پاک نعمت کی اس کھان کوں
ہو خادم منگن پوت کی دان کوں

کر اس دھات اپس من کتیں معتقد
رضا لے چلیا کام پر ہو بجد

رکھیا سرو آزاد ہون میں پگ
لٹکنے لگیا چرخ کی پاؤں لگ

رکھنے تازہ سب کُھ وہ یکدھیر تے
بجھکانے لگیا نین کے نیر تے

دھرے نرم پگ یوں چھلے دکھ سوں
پڑے پھول نازک پہ جیوں شب تے اوس

کیا قوت مُعتی کوں بھوک پیاس کا
نت اپنا چ ایہیں رگت ماس کا

سدا بھوک ہور پیاس کا سوں ڈک
دسے شیر تے جلد تر ہو سُبک

کرن تل او پر خار تیں ہور چمن
سبک سیر ایسیں کرے جیوں پون

گھٹا وے سو گھٹ ہو گھٹن دن کو باٹ
ہریالی پہ سوے سٹے نس کوں کانٹ

اتھی بھیں سو نہالی ہریالی غلاف
فلک اوڑ نانو پدر کا لحاف

بپت نس کوں دن تے پڑے جب دھنی
جلا گرم دل رہی ہوس کی دھونی

دو محنت کا کنتھا رکیے گل پکڑ
جو نس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتر

ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن
رہیا سکھ ہو کا رڑی سار دشن کیچن

مناجات میں حق کے ہت کھول جم
رکھے پر توکل کا کچکول جسم

رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر
بجا وے سنگی آہ کی دھیان دھر

کہ اس نفس کا سگ جو پھر جوش لیائے
جو من بچائے تو تند اسے قوت بھائے

جو کئی ناسزا کوئی زباں چھوڑ ڈھیل
کرے صبر تیں حلم کی دھر زنبیل

سنبھل یا بلیات و آفات کے
پھر آوے چکر مار دعوات کے

خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر
چلے باٹ مشکل پڑے جاں اگر

گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈالتا لنگ
سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ

سو پیاسے نمن دھوپ کی یا سراب
چلیا دھیان دھر بولتا آب آب

ڈھونڈ یا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا
دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا

نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن
نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من

نہ لگیا پرس تس اجالے میں ہات
نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات

رہیا جیو بابیچ گھٹ کے تن
نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو یون

ولیکن رجتی کچھ گھڑی سو بیت
کرے سب وہ ثابت توکل سوں نیت

قضا اللہ یک دن خوشی یک بن میں جا
لگی دھوپ سو ور دیکھیا بچھا

دسے جو من یک باغ سوں بے نظیر
دیکھت خوشی ہو اچل کے جا اس کے دھیر

سو جنت ہے ہر ٹھار سے چھاؤں سبج
ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سبج

لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند
سو لکھن بنیکھی مل کریں جم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں | سو باسماں سوں بن سب معطر اچھیں
جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس | ہوتے تھے اگر بھید نس دن سو باس
چمن بیچ جو کچھ وہ سنگ جم اتھے | سو رنگ مشک عنبر تے کچھ کم نہ تھے
سو وہ دل جلیا دیکھ آرام پا | رھیا پال پر بیس دھر تھیا نوچا
گھڑی خوب یک واں گمیا نیں جلگ | پریاں سات اوتریاں واں آلگ
سگل بن وہ یک بار روشن ہوا | رتن کھن اُجالے سوں گلشن بھر
سورج نور سوں تس رھیا ہو سیاہ | ادک تاب سوں جل گئیا قرص ماہ
ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر | کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر
نظر ال پڑی نور سوں جھانپتی | چھٹی تن میں تیس ہوں سوں کانپتی
تلک وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار | گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار
کتک وقت پر شہ جو پھر ہوش پا | اسی ٹھار بھی دیکھتا ہے بچھا
کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار | ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار
یقین تب ہوا اس کوں یوہیں پریاں | ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں
پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر | کہ ہے ان کوں نو کھنڈ کی سب خبر
پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل | بلوں دست کر مار بیٹھا بغل
کتک وقت کو جب پریاں تیر کر | دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر
دیکھے ٹھار پر نیں ہے کسوت کہیں | دگر ہے تو خالی خلل تے نہیں
یکایک ٹھکیاں ہور رھیاں بے قرار | کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن بسار
تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن | سیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران
دلیس میں اپیں ہور رھیاں فنگ یوں | کہ اب تیرتے جا سکے بھار کیوں
پریاں سخت عاجز ہو پوشاک بلاج | پھرا رخ کوں سر بھویں دھریاں لا علاج
کھیاں کون ہے تو سو کہہ بیگ بات | ہمن شرم پر جیب جو کیتا ہے گھات
اگر عیش دنیا کا ہے تج یہ بار | یکس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ
پریاں کی لو سن بات شہ دھر کرن
کہ نیں آج سو دھن یہ کچ مج طلب
فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں
سر سکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا
قضا اللہ درویش صحرا نشیں
کرم کا سو اول جگا چراغ
وہ پینے کی گفتار درویش کی
ہیں آخر ہوا اس درد سوں لاعلاج
وہ گلشن کوں پانی الیس خار کر
ولے مج یہ دن ادک ہوئے لج
تمن رہ نمائی تے انجن جو پاؤں
جو ہوتی عنایت مج اس گنج تے
پریاں سن بچن لو گھڑی چپ رہیاں
جگت ہیں خیالاں کے قاصد تمام
لگیاں لیو لنے یوں یکس یک کے دھیر
دھنی نعمتاں کا دہی آج ہے
پچھیں دیسے دندے ہو یک دل تمام
اپس میں اپیں خوب کر یوں بچار
کہ اے شہ کچ اس بات کا غم نہ لیا
گھڑی یک توں پھر بسیں دھر موند چپک
ہمیں ہور یک وعدہ کرتیاں اب
یک یک زلف کا تار ہر تن اتال

ہو خوشنود لیویں ہمیں بات اوچھا
لگیا بولنے یوں اونن سوں بچن
پڑیا ہے مرے سر ولے یک سبب
ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں
نہ تھی نسل سوں پن پڑیا داغ تھا
مری یار گہ پاس چل آ یقیں
چپ آخر گیا داغ پر دے کے داغ
کری تازگی پھر کہن ریش کی
نہو خوب جیاں اس کے مرہم باج
یوں ہو کے کرتا پھروں جگ تل اوپر
جو کس کھنڈ کے کنج میں ہو وہ گنج
تو ہو مج عیاں بے شک اس گنج کا ٹھو
غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے
ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں
رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام
فلانے بن بیچ ہے سو فقیر
جسے جن ہور انس کا راج ہے
اسے سیوتے ہیں جنم تل تمام
کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار
ہمن کسوتاں بیگ دے ویں پھرا
لیجاویں توں ماریں تلک یک پلک
پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب
جو دیں اگیاں سو جیوں جتن رکھو سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں — حیلا نیچ میں سب ہمن ٹھانو سوں
تو لے حب کی آت سوز دھر آئیں گیاں — سلامت ترے ٹھار تیر آئیں گیاں
سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات — پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے ہات
وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر — تلک وہ پریاں کسوتاں سوں سنور
اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں — وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں
نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں — یقیں وہم پر بیش دستی کیاں
اوتار اُس کوں درویش بستی کے ٹھار — اپیں ہو رھیاں غیب اُس بن منجھار
عجب جگ کا خالق سکت دار ہے — جہاں پروری جس سزاوار ہے
کہ جس کام کا نیں سمجتا سو نا تو — دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سو رانی

ہنرمند اس باغ کا باغباں — کرنے فن کی یوں برسوں شیریں زباں
گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں شہ کوں جیوں — وہ پایا اس سرتے تن من میں جیوں
دسیا جب نظارہ کیا جو کدھن — وہ درویش سرمست کا مست بن
مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں — سنواریا تھا باغ کی بزم کوں
سہیں حوض پُر ہر چمن میں ہرے — طبق سبز میں جام جیوں مئے بھرے
بھتا تھا نہ چمنیاں میں جو گرد آب — وہ لبریز تھا جام تے نت شراب
وہی ہو ہر یک رکھ کے تن میں اثر — متی ہو کے جھلتے اتھے ات بے خبر
سہاویں کلیاں یوں کنول کیا سرنگ — گویا چین کیاں سے بھریاں رنگ رنگ
پیالیاں سوں خوش چنپئی جا بجا — رکھے بزم مئے بھر ہو ساقی صبا
دیکھت مئے وہ نرگس نمن نکھ بسیار — کلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار
کریں خار اپس عشق کا جوش ہو — عرق نیچ رھیں غرق مدہوش ہو
لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں — نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر ست چھب سوں وہیں   ہنسا تس مکدر او نلیند یاں کے تیں
کرے بزم کوں تازہ پھر بے درنگ   دھرے جشن میں سر تے خوش راگ رنگ
ہو عطرب پون برگ کا دف بجائے   پپیہا و کوئل نول تان ادچائے
سو سُر خاں دیویں کھینچ سُر خوش گلا   کریں کوک کوکے دلاں مبتلا
خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب   کلیاں کے نمیھے رنگ ہر رُکھ کوں تب
لگیں ناچنے مور ہو بے خبر   کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کولاٹیاں میں آئے   پڑاں جوڑ تالیاں سوں دستک کھلے
ادک فاختیاں کے دلاں ہو کے چاک   اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک
بسنہار ہر جنس کے جانور   ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر
پرندے درندے چرندے تمام   چھپے بن کا ہے خانہ جن کا مقام
ہوئے خود اچھیں حال خود میں عجب   سو ہر تن وہ درویش کا رکھ ادب
زہے طبع کا صاف درویش اتھا   رہ راست میں جس قدم پیش اتھا
کرن زندگانی کی راحت اتیح   اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج
محبت کا جم تن کوں جبڑوا شراب   دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب
موحد ہو بن یک نہ جانے دوجا   کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا
یکٹ دھیاں کی دھن پہ خوش آن بست   اتھا گنج خلوت کی عشرت میں مست
جگا کر اپس شمع سے نور کوں   رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں
تو ہر صبح و پیر بلاتا نکل   پڑنہار تھا تس نظارے میں جل
دھراپ من کے منکے پھرا یات میں   رکھیا تھا لیاں راز کی بات میں
تل یک فصل و درس تے پڑتے بعد   اتھے من تمن دل کے چک دھن حضور
خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ   ہوئے غم اتھا جگ کے دھندے کوں اٹ
سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے   جینے خط میں معشوق کوں پا اچھے
سب اس بزم کا بھاو خاطر میں آج   ادب سوں چلیا پیش مجلس پچھان

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون — وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن
اُلنگتا اُلنگتا چل صف بصف — ہل اس خادماں میں رہیا یک طرف
یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات — کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات
یون نیر کی مے کا تن میں اثر — ہو سرمست ڈولتا رہیا بے خبر
گیا بھول آپس کوں اپیں دھیان سوں — اوٹھیا جیو تے ہت دھو کے ان ماں سوں
دل اس کا صفا اپنا درپن کیا — اپس ٹھار نت تس میں رہنے دیا
ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار — صدف میں ہیرے کی کیا بستی ٹھار
سمج پن وہ درویش روشن ضمیر — ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر
ہر یک روز محشر کے دن تے کٹھن — ہو گزرے جو چھ ماس یوں رات دن
ہوئی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں — تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں
لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر — تمنے سر پہ ہر دکھ سو دیکھ اس کے دھیر
یک اوتار پھل ہے سو اس کے اوپر — توں کر تیغ تس پر طلب کی نظر
پڑیگا اوپر تے یوں رہ بہت پیار — وہی لے کے لینے نگر کوں سدھار
تجھیں جمع دھر کر توکل پہ دل — کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل
نہیں شک جو ہو فیض پروردگار — تج امید کے دکھ کوں آوے تو یار
یو سن بات کر شاہ سر تے سرن — پھر پاواں تے ہور کھپر اکھیاں نین
لیا رہا سو ہت آ پڑیا تس منجھار — بجا لیا بہت شکر پروردگار
نکل بزم تے بن کمیری بھا آ — تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا
معنبر سو وہ زلف کے تار کوں — جلا تے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں
نکل آ کے حاضر ہویاں شاہ کنی — پھریاں شاہ کوں لے واج تے دھو یون
کنک گیر کانن سو بے جان تھا — ہلا کی میں پڑ جگ پریشان تھا
مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں — پھر یک دم میں نیا روح سر تے بھریاں
ستخوان ملک شہ کی رمانی کی بات — چلدی وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر — جرس ٹانگ آسی رات یک بام پر
محل بیچ پردے بندھائے ہٹھار — کری یوں نگر میں خبر آشکار
ہوا ہے یکا یک جوش درمند — بجن بول سکتا نہیں ہو کے مند
سدا دھیان یک ٹک پن کا دھرتا ہے بس — نینگ آئے دیکھے تو کس کا درس
جب ارکان دولت سنے یو بچن — پریشاں ہوئے سب کے من جیوں پون
اسی وقت ہر ٹھار قاصد پٹھائے — جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے
جتے جاں جو سی بی سن آئے کر — دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر
منتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس — اتارے سٹانے لگے بے قیاس
دیویں بھیج لکھ کاں سو دعوات کے — جلانے فتیلے طلسمات کے
حکیماں بی کر دارواں خوب راس — دیویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس
ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت — وہ سب دارواں رکھ کے یک ٹھار نت
دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب — ہر یک بھانت ہر روز دیوے جواب
تجھے جگ تو لیو غم نہ سہ کیا عجب — اپس سے تی رنجور اچھم اس سبب
وہ کئی دن تو یوں جگ سوں دلگی اچھے — پڑے لیں تو ہر شب انگی لچھے
ہوا ازکہ بیچ جو اتھا سور لال — تبرے دکھ کے چھایاں میں چندر سی گال
اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن — ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن
برہ کی جلن پاٹ ہر رین نت — ستارے کرے رہنما نین نت
بہت تھی اسی دھات رانی یہ پن — برس بعد یک آئی فرخ رین
خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آئے — چھپے پریشانی کی گھاٹی بجا
جو یک ٹھار جاتی ہیراں کر نشاں — رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و کماں
اسی ٹھار شہ آ کماں چاق کر — چلایا لگا تیر اس گھانٹ پر
جو رانی اتھی سال کی روزہ دار — جرس کی زباں تے صدا اس اپار
چل آپی کھولا در ہوئی سیر بس — سو پایا شہ کے درپن کی نعمت سرس

بیرہ کی قیامت کی گھڑات عذاب
گنہ گار رحمتاں تے ہوے حساب

بکٹ باٹ کا لگ انگے پُل صراط
نچل سک تِل یک عقل کا احتیاط

بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ
ادِک دھوپ کی آگ میں جا بھنیڑ

نورانا تن اس کا جو تھا عینِ ماہ
ہوا تھا وہ دیجور شب تے سیاہ

سو ہونے میں تِس پر خدا کا کرم
وہ رانی ملک طبع فرخ قدم

دی بھوئیں مان مل چھب کی گت تے اسے
پکڑ ہت نکال اس بہت تے اسے

دھرن جنتِ عیش کے کام میں
لیجا حوضِ کوثر سے حمام میں

لباسِ گدائی کو کر تن تے دور
دُھلا انگ تس تن کرے رشک حور

بنا کسوتِ تازہ تن کے منجھار
لیجائی آرم بسار مند جھر سنوار

سنوارا بیس کھولی نہ لگ موج نین
پھر آپیں ملی ہو کے جیوں حور عین

لے بھو صدق سوں نادں کرتار کا
نکالیا وہ شہ میوہ اوتار کا

دو لوتیں وہ امید سوں بانٹ کر
کیے خرچ سکھ سیج پر نار و نر

جو تھا گن تول شہ میں نیسان کا
ہور اس نار میں بحر عمان کا

جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر
برستے وہ گلبھر دریا اوپر

خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار
جمیا دُر مبارک صدف کے منجھار

تول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے
لگے تب یکس حال یک پوچھنے

جو یک کام اول تے آخر گھڑیا
وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا

دیکھت لیچ ادک شہ کے بریچ میں
لے آنے لگی نیر لیس نین میں

کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام
لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام

ترے پر جی کیا تھا سو احوال اول
چھپیا تجھ نکو راز کا گنج کھول

کہ مجھ بن اتھا کیوں نیا احوال جگ
چلیا ہے تو کیوں راج کہہ آج لگ

بچن سن کے وہ نار گنبھیر من
لگی بولنے کھول اپنا بی فن

کرن قصہ اظہار لس رنج کا
کھلے در تد اوی کرے گنج کا

نکالے سو تِس در کوں کر تیج باز   بھوجنگ سا تِس دھن کا قصہ دراز
دیکھت زہر آلودہ شہ قصہ سب   ہوا دنگ سب بے ہوش ادک لگ عجب
تردد پہ اس کے بیٹھا مرحبا   دیا [illegible] سوں چھاتی لگا
پیئے مل دونوں حظ سوں بھر جام جب   سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیانِ مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا
وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جات میں ہلنی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک   نکالیا جو کنچن کی جیب تم تے کوک
ابلتا نکل نور کا نیر تب   ہوا ریز عالم میں جوں دھیر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر   بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر
سیاہی کو چھاتی تے دھویا فلک   زر افشان کسوت تے پکڑیا جھلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے   دھرے مُند جو مخمور تھے رین کے
ہوا سو صبا سُن یو مژدہ نول   بجے شہ کے دربار طبل و دُہل
ہوئی بات مشہور یوں خلق دھیر   کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید   ہوا سر تے عالم یہ یک روز عید
تنے تن پہ ہو تے ہے نوے کسوتاں   گھرے گھر ہویاں مستعد نعمتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف   ملے سب نکھنے ہور بڑے صف بصف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے   کہ جیو ہر خوے تن میں سر تے بھرے
لے عالم کوں ارکان دولت سب آئے   محلے محل خوش آرایش کرائے
بچھانے بچھا جا بجا ہر محل   دکھائے زنگار رنگ گلشن پچھل
بھنور چک کے جیوں پر پلک کی پسار   پڑیں تس ادیر تو رہیں شُد لبار
ہر یک جنس باجے لگے باجنے   دمامے لگے گاجنے ساجنے
شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی   لگے بانٹنے لاڈو راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار　　بیٹھا شاہ تب آکے مجلس منجھار

تھنے ہور بڑے دیکھنے ت کا مکھ　　کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ

جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین　　ہوئے سیر سمجھے کہ ہے عید اپن

کرن شاہ نظارہ ہر یک سب　　تماشے ہونے لگے ات عجب

خوشیاں سوں بجے ڈھال ہور گج متی　　یکس یک سوں جھوجن لگے اپ مستی

بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو　　ہرن چھٹ چیتیاں اپر پڑے مست ہو

کبوتر کیے بازی آ باز سوں　　پپیے جوت سورج کے پرواز سوں

جلیج جس متے تھا سو کال ہنر　　رجھائے دکھا شاہ کوں سر بسر

بچھیں شاہ عالی نظر بے گمان　　کیا جگ پہ سورج نمن درفشان

جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی　　ادک جگ پہ بخشش کیا جگ بتی

وہ کان دولت جو ہمدرد تھے　　جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے

وتیاں کوں بی شہ ستے کر سرفراز　　گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز

چلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال　　زمانے تے تھے سو پریشان حال

وہ پایا چھاؤں شہ کے کرم کی ایار　　متگے حق ستے یوں دعا ہت پسار

کہ یارب بلند چرخ تے بے نظیر　　توں اس رکھ پہ بھیج اپنی رحمت کا نیر

کہ سرسبز ہو جم یو رکھ تام دار　　دھرے زندگانی کا خوش میوہ بار

کہو کوئی بی دیکھیا جو داتار پاس　　منگیا ہونے ان نیں پرو پایا ہے آس

جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے　　وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیاں شہزادہ پنجیا سو ہوا س کا ناؤ منہر رکھ
جنم کا لکھیا پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

درافشان غواص بحر سخن　　نکالیا ہے اس دھات درّ عدن

جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو　　بدھیا وہ گہر بحر میں چھب کی توکی

سعادت کا ہو وقت غرّا ض جب
نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب

قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی
زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی

ملیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس
سکل چاو کرنے لگے بے قیاس

اوپچ کی گھڑی پوچھتے تیں تول
منجّم ہو تے بھار حاضر سگل

ہوئی دائی حاضر نزول دعا کی
ہنر ور سعادت بھرے بات کی

جو تربیع و تثلیث کے گھرا تھے
ستارے وہاں سعد سب بھرا تھے

گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں
ہوا تھا ادک لوح تکمیر سوں

جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گماں
ہوے سعد با سعدیت کا قراں

ایس تخت پر چڑھ دھر شرف آفتاب
جگت پر کیا تھا کرم بے حساب

اسی پیچ پا کسوتاں بے بدل
ہوے تھے سگل جلوہ گر کوہ و تل

نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج
بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج

خیاور بی ہر جنس ہر بھار میں
گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں

سو ویسے سعادت بھرے وقت پر
تولد ہوا شاہ کے گھر کنور

سمجھے منجّم گھڑی وہ سرس
سہیلیاں جو جیتیاں اتھیاں دھر ہرس

بجایاں جرس جلد اُسی وقت سب
لیے لکھ منجّم اسی پل کوں تب

سکیاں دیکھتے اس نول سور کوں
انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سور سوں

کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک
رہیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک

کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پا
ستیں کر کے جیو کے رتن رونما

خوشی کی خبر جیوں کرشمہ پاس آئی
چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوت مائی

اپیں اٹھ کے آ دیکھ اُس سور کوں
دیا روشنی نین کے نور کوں

ہوئی ریز یوں دائی پر نور تن
جو اُس کن منگیا کھول دامن گگن

کیا سکھ وطن وان عزیزاں کی سار
گیا دکھ سو دندیاں تمن جگ تے بہار

دماسے یو شادی کے گاجن لگے
ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

سکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ　　گنایا بڑی میزبانی یو شاہ
ہر یک خلق پانے تے عیش و ہوا　　ہوا عید نوروز پھر یک نوا
پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف　　بلایا انگے سب نجومیاں کی صف
جو سر تس میں جس نانو تھا گن ندھان　　جسے حل اتھا زیچ و پُستک پران
کیا خوب تر دھر ایس من کوں ٹھانو　　رکھو شاہزادے کا یک سعد نانو
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر　　رکھیا نانو اس کا سو منہر کنور
پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال　　ہوا خوش سچ بخت میں بے مثال
قوی بخت کا تس ستارہ دسیا　　شہ یک چیتر کا ہونہار دسیا
جیسے مان نو کھنڈ کے راج سب　　دیویں کے رعیت نمن باج سب
کریگا جہاں زیر شمشیر سوں　　پھر آوے فلک تیں جو کچھ پھیر سوں
خوش اس کی عدالت کمیری دور میں　　اُبر سے نہ حال یک رتی جور میں
نہ اس امر تے بھاس سکیسے یوں　　نہ چڑھ خاک بی دھر سکے کوئی گگن
نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں　　بھتے نیر پر کوئی چین جبیں
کریگی زباں قید اپنی اگن　　نکر سی بہم کچھ بی تس امر بن
ہنر کا تو دریا وہ سچ آئے ہت　　نگاے سو چودہ رتن پھر کے مت
اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور　　پن اس سر وں آیا اٹل ایک خطر
کہ چودہ برس دس یہ یک ماس ہو　　خطر ہونے بار اتب اس پاس ہو
اُو جاوے بلا کے جو خطرات دھوں　　چلے اُڑ کے یو باغ شاہی تے پھول
پھریگا سو بیجاں سوں کئی ملک پر　　بجو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور
پڑینگی گھنیری بپت کے زوال　　پھر آوینگے اس گل کوں کملا کے حال
سلامت ولے سب کے ہاتاں تے پھیر　　پھر آوے ہو پرورد ہ اس بن کے ڈھیر
و لیکن سو ہے لاذوا یو بلا　　کریگی سو ہر جان اسے مبتلا
منجم پہ جو عین تھا نو بہار　　یو بادخزاں پایا ہوا خار زار

سو ہو تیج احوال اس کا تغیر — پوچھیا شاہ درحال دیکھ اس کے دھیر
کہ اے گن ندھاں اب کتا مج سوں تک — یکا یک تجے کیا دسیا سکھ میں دک
دہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھان — جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان
جلنگ بخت کی اس کے سنتا تھا جس — اُمس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس
وہ جب آکے اپڑے خطر کے بچن — مکدر ہوا و بچ شہ کا بی من
مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف — نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف
کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا — دوائیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا
حکیماں ایس من میں خوبیں بچار — سو وہ عشق ہے کر کیتے سب قرار
کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال — رکھیا جائے کس فن سوں بی یو سنبھال
جو ہے یک سماس پر خطر کا برس — وہ ہر کیوں توں بی سہتے ملتا ہے بس
کہے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں — نپاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں
اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ — خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ
کمبت عاشقاں نہ بی لے آئے عشق — رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق
بھی ایسیچ کی دھات کر تب آج — رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج
حکیماں کہے سواد انسہ کے چھند — کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند
کھیا یوں رکھوں کر کہ جگ تے نہاں — نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسمان
جیسے ایسی کنک بھیتے ہوتی نہ ہوش — تو کاں کر سکے عشق تس من میں جوش
مجالس کوں یک دہرتے کے سرفراز — کیا اس تردد کیری درکوں باز

بیان اوجلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کر نگہیاتی

سُٹن ہار خوش طرح یو بے بدل — کھیا ہے سخن صاف یوں پر محل
منگیا شاہ جیڈل گگلوت سوں — چھپیا پالنے آپنے پوت کوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا — گمت گاہ عشاق ادک فرح کا
بلایا وہ گل کار کل کاروان — بڑای بڑای کی صنعت گران
ہنرمند فرہاد سے سنگ تراش — دھرن ہار ایس فن میں شیریں تلاش
لیے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار — زواد و صدف ہور بلور آب دار
اگر ہو چندن کا چوبینہ پاک — پتھر تس میں بلور کے تاب ناک
بنا کا رخ فرخ گھڑی بوج کر — ہٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر
بندلے پلیشہ ور خوش خوشیاں سوں تمام — طلبیاں کی مٹی دھر بہار بام
چھجے کھن کے منڈوے بلند سر گگن — سفید آبگینہ ڈھلانے انگن
چمن چوترے صحن میں سیج لیے — گلایاں کے گل کے سبچے چوبچے
پیا صاف الماس موتی ملا — گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا
جلا خوب پایا جیوں وہ روشن ہوا — چندر سور کا عین درپن ہوا
دسے دن کے پرتو تھے کوں تمام — گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام
لگے نسی کوں یوں عکس ماہ و فلک — چاپلید کر میں جیوں جبا یک ڈھلک
بنائے وہ جیوں آرسی سا محل — صفا صدر تس میں کیے بے بدل
پلنگاں رکھے جڑ الماس کے — بیات اس گل ہیچ کاش کے
سہریاں و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار — ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار
صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب — پر تو کی تھالیاں سوں تھالاں کوں زیب
پلنگ پوش اندھیار پال پردے تمام — وتیاں کوں بی اجلے قمقماں پہ کام
لحواسیاں صفا صاف تکیے تمد — اچھے لوٹے پالشت اچھے بے عدد
جیسے شمع فانوس اس میں الوب — بلند عود سوزاں و پھری سٹ پ
دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام — شفاف و بلوریں و چینی تمام
دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف — ہیں اوجلیچ کوئی زنگ نہ تھا بے خلاف
گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ — دیے جوڑ گگن بھر کے اجلے منڈپ

سنوارا گیا جب محل یوں تمام
دیے شاہزادے کوں تہاں مقام

اچھے سو جکوئی سرخ زرباف پوش
سو اُس پاس جانے کوں ہوئیں مناپوش

جو ہر بست شہزادہ کارن کیئے
امولک رتن صاف تس میں دئے

جُھپار کھڑکے پھل پھاٹک کے باؤ سوں
لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں

ہر یک دن صفا نور تس ترملا
دھرے پہلے چندر ستے چڑتے کلا

ہو ماں باپ تس سور کے درسنی
سدا سیو نے تیں مجوسی بنی

نہ دیکھے لگ اس حسن کی بھان کوں
ملیں نان تلگ چک وہ ان پان کوں

ہر یک دن کا کر شکر پروردگار
کریں خلق پر روز گوہر نثار

برس چار پر چار دن چار ماس
سو ہونے میں لیائے معلم کے پاس

کنور تھا نپٹ بحر عرفان کا
ہر یک موج تس فوج گن گیان کا

کہ جس عین علم کے ابر تے بوند آئے
دھر اس من کی سیپی میں سکر دکھائے

کیا علم تحصیل ہر بھانت کا
ہوا خط بی مشہور تس ہات کا

سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر
ہوا اُو رسا دن میں رستم تے ور

سو ہر یک ہنر میں سیورن ہوا
اپن یک لکھو بھار بھنجن ہوا

پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ
پو عالم میں ہوتا سو کیا مکرو داؤ

سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں
کیا پرورش ات چھپے چھند سوں

جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات
سو بھا بھول انپڑی یکایک وہ رات

جو کچھ حکم نازل ہے تقدیر سوں
پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی کنگش ہے وزیراں سوں جھنجاراں لے دیک
کئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا | ادک حسن میں رشک نوروز تھا
یک یک روپ لے دھرت ہور آسماں | ہوا تھا زمین و زماں نوجواں
ہوا دیکھ گلشن میں پیثر مردگی | دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی
قبا ابر کی بر میں پہنیا گگن | کرے تھے ہرے تن یہ کسوت دھن
صبا کر کہ مشاطہ گی خوب ادیک | سنواریا ہر یک بن کی محبوب ادیک
صفا کالوے بن کی چوندھر جیوں | دِس آوے نظر میں او دیکھے تو ییں
کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا | تلک کے کنارے کا والا دھریا
زمیں نے کر گلشن کے مُدھ کوں کھول | ہر ایک پھول لبست بینی اموُل
چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑیا | بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑیا
کرے تیل شبنم کوں کر ملہ منجن | ڈُبی نے بنفشے کی پینی انجن
دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال | دسیا نقط تس دانت جھلنی کا خال
ہوئے سیوتی سیس پھول رُت کے | گل اور رنگ کاری ہے یا قوت کے
دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے ابر | ٹیلا یاچ دیا قوت کا خوش نظر
دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ | رہے بالیاں ہو کے نیچے ڈھلک
کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے | چنبیے اَن کھلے کانکے دُر ہوئے
گل افتاب جڑت کے ہیں جھال | کموں ہوئے بل کری میں کے لال
جوبنا پر کی جالی دسے جیو کی بیل | گُلکٹ مال ارکند کے غنچیاں کے جیل
رہیا ہو درسس دیکھنے بار بار | گل چاند صاف آئینہ تاب دار
طرح بان کا پھول فالج ہوا | چوا پھولسری کا چہ راج ہوا
بانے قسد نگ بن میں خوباں کے قد | کریں نازنی سرو خوش لاف بد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اپنگ
رکھے تھے وہ جی جوب میویاں تے انگ

سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند
ہوئے سیب اس صاف پانی کی بند

جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں
منور قندیلاں کے جھیلے دسیں

ہوا حقہ لعل ہر یک انار
دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار

بھریا کوزہ ہر آنب کا نیرسات
جھوئے بیں بیں جا کر آب حیات

لبالب دسے جام میں خوش گلاب
ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب

ہوئے شالواں شربتی کم کمی
لباں نرم کھرائی تے فنرنی جمی

پھلی جل میں شالو کے کھرائی ٹھنڈی
جھمپے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی

بھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار
بھریا میوہ ہر خانہ بھتر دل بہار

کلیاں پر دکھیں انہی اتفاق سوں سپید
ہر یک نارنگی کے جھبلیاں تے گنبد

جو بن پر ہوس کر جھنیاں جھلاں
دیکھیں رنگ کو جوتی میں امرت پھلاں

ہر یک موز کی چھاک پیچے پر ہوڑ
دیکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ

ترشی ہور شیریں جو خوک دسے
ہرا برو سے محبوب بے شک دسے

بنے دیک بن کے بنے خوب دہات
منگے شاہ گتے کوں خلوت سنگات

زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں
گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں

چندر چہ بچھا ہر چمن صد گلگن
رنگا رنگ تارے دسیں پھولبن

شہنشاہ لس ٹھار فرما کو صدر
گگن کا رہے تھے لس نشیمن کوں قدر

دیکھت تخت پر شہ کوں خوش سار سوں
بڑھا وا دیکھی گاتے آواز سوں

دل و جاں سوں بلبل پھول کے شاد لیی
نظر ہور زہج سوں لیا رنگ رسی

کھڑا اندہ اقبال ہو شہ کے پاس
کرے خدمت آ ایچھی ہو کر داس

فلک دوڑ نے شاہ کے حکم میں
کھڑا کہکشاں سوں کمر بند اپیں

گئے آ کے مجرا حضوری تمام
کھڑے خرمی ہو دھر اپنے مقام

دربستہ کھڑے صف بصف آ دیر
تلے مت کچھ ہور گتے نرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے ‏ ‏ ہوئے مجلس شاہ جم جاہ کے
کہن پرور و برنائے نوخواستہ ‏ ‏ ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ
یک یک آصفِ دہر والا لقب ‏ ‏ زمانے کا لقمان و عالی نسب
ہر یک بوعلی خوب تدبیر میں ‏ ‏ نہ بوزرجمہر اں کی تقریر میں
سرب پائے سو تربیت شاہ سوں ‏ ‏ سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاہ کوں
کتک وقت کوں شاہ ملک دکھن ‏ ‏ کتے خاص خلوت کے خوش انجمن
ہوئے دور نامحرماں تب تمام ‏ ‏ رہے ملک کوں دین ہار انتظام
ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا ‏ ‏ وہی پیش خدمت میں شہ کے ہوا
ارسطوئے دوراں چہ کہنا جسے ‏ ‏ تو او عین عبد المحمد دسے
سہے بات جس حل عقد شہی ‏ ‏ سکت ملک کوں جس کی کار آگہی
زہے رائے زن رائے سوں لے مدد ‏ ‏ یوں پرند نہار حکمت سوں سد
بڑا دوربیں چشم خورشید کا ‏ ‏ ادکہ نکتہ داں جام جمشید کا
دیو نہار کر عقل سوں بے نفاق ‏ ‏ کیوتر میں ہور باز میں اتفاق
بلیا آئے جس عہد پر ساؤ چور ‏ ‏ دیوے عقل و لشکر سوں شاہی کوں زور
حق آگاہ و حق بیں ادکہ حق پسند ‏ ‏ عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند
اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں مل ‏ ‏ نظر میں امانت دیانت ہیں دل
سکت جس دکھے دل کو آرام بخش ‏ ‏ سخن نامراداں کوں نت کام بخش
سپہر سخا مہر فیض و کرم ‏ ‏ دسے بحر دل موج تس کف ہے جم
جم اس ابر بخشش کو بار زندگی ‏ ‏ دیوے علم کے باغ کوں زندگی
فضیلت کے تن کا ہے جیو جس کی ذات ‏ ‏ ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات
طبیعت تے جس بات میں رس بھرے ‏ ‏ منن امرت شیریں سخن سوں کرے
کٹھر یک جس کے ہت جس کا فرمان ہے ‏ ‏ ترنگ پاس تس ملک میدان ہے
گنیا رہ پر جس صدق سوں دل کے دھاؤں ‏ ‏ کریا اپنا ناموس زر شہ کا ناؤں

اسی صف میں تھا آصف نامدار   دکھن کا سپہدار عالی وقار
حکومت وزیر شہ کامراں   مسمی محمد اخلاص خاں
کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا   خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا
جتے رازداراں ہیں ات مختصر   مقرب شہنشہ کا ہور معتبر
جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد   بلند بخت اقبال عالی نژاد
دکھن میں زر گی کوں تس گھر ہے ٹھانوں   چلنت میں ہے تس جگ میں تعب کا ناؤں
دھرے دل میں جس مکتے دولت مندی   کرے فخر تس ہت تے ترکش بندی
دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب   لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب
دھرنہار جم قرب شمشیر کا   نہ سر پنجہ ہوتے تس کے سم شیر کا
دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد   کیا جس پہ دہم تس کیا مار کرد
کھڑگ رن میں کھنچے تو جب یو شجاع   سورج پنبہ نمتے جلے لگ شعاع
بڑے نام و ناموس و اوشان سوں   فدا کام پر شہ کے نت جان سوں
انتھا خان شرزہ خدا جس مدد   علی کا خلق مصطفی جس کا جد
پھتر آب ہو جائے جس پاک تے   چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے
لکھیا ہے فلک جب کے پنجے میں جس   کھڑک دیکھ جس فتح پاوے اُمس
نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند   قوی بل سوں بازو کے اقبال مند
جکوں ملک دربستہ تھا سیلے کلید   اسی فتح کوں رہتا یو خورشید
سٹنہار او کھیل ایس جیو پہ ہو رڑ   مخالف کے دل کا طلسمات توڑ
جب آتا ہے شرزہ سوں او دھاں میں   ایرایت لنوے اند کی ٹھاں میں
کواتے جو تھے گج بہتی اہل نغز   سٹیا پنجہ سٹ کا ہاتی سر تے مغز
نظر شہ کی جاں وہاں ملک تس گذر   رکھے واں قدم جاں چلے نا نظر
اگن کا جو جگڑا ہے تس فوج جاں   زباں آگ تس تیغ آتش فشاں
پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک   گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجوالا ہے خاصے سوں یکدست فوج — مگر ہے یو شیر کی گج مست فوج
فدا حکم پر شہ کی یو مہابلی — علی کا نواز یا مدد جم علی
اتھا یوت بہلول خاں کا عظیم — او عبدالکریم بن عبدالرحیم
بڑا نامور ہور بڑا فوج دار — خرچنے کوں جیو تعداد کہ ہات ادھار
سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند — دھرنہار منصب کا پایہ بلند
بجھنہار دولت کے رنگ رس کا مغز — ادک کار دانی میں ہشیار مغز
عمل ہات کا جس کے نیت راستی — نزرہی لتس قلم تے کم و کاستی
دستہار دریا بحق فوج لتس — کیا مار کرونٹ لگیا موج جس
بزرگی جم اس کی ڈنڈی پر دسے — کھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے
برسنے تے جس دل ڈنڈی کھوتے صبر — فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر
بڑے کامگاراں خواتین خاں — سعادت نشاں ہور شجاعت نشاں
رکھن شاہ کی دستگیری کا نانوں — لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پانوں
جھوجاراں جو نامی اچھے بے نظیر — اٹھے ایک تے ایک دکھن کے وزیر
یک یک فاضل دہر افضل اپنک — کمر نہار رہیت دکھا فتح جنگ
یکٹ بھاں ہارتے ترنگ صف میں چیل — جماعت جماعت اٹل خاص خیل
یکوجی جو شہ جی کا فرزند تھا — وزیراں میں نامی خردمند تھا
سبھی دار ادک راج کاراں منے — مہابل ہے دولت کے بھاراں منے
دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھار — مغل ہوے ایس دل میں نت خار خار
ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے — اٹل جادواں دھاک توڑے کتے
کھڑا اٹے کتے باندرے بھونسلے — اندل کاڑ وحلک تھا پیٹ دکھندا کلے
شہنشہ دکھن کے جھنجھاراں کوں دیکھ — بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ
کہے خوش ہو یوں عنا گردوں جناب — کہ لے رخت شاہی کے حکم لنا بے
رہنا گھر دکھن کا تمارے تے تھا تپ — کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھاپ

ہوا ہے مغل آج بدعہد کل — اچانے یہ ہیں یہاں تلک آکر غل
اگر بیش روا ہل تلبیس ہے — اسے رہنما اہل ابلیس ہے
دیکھایا یو بد عہد کوں او کنشت — ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت
دیکھایا دریا کوں کر ایک سراب — رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب
اگیٹی کوں سمجھادیا لالہ زار — انااراں کے داتے دسے تس انگار
کیا سو مہم یا ہمن تے مدد — ہوا پھر ہمن سوں بداندیش بد
اگر متفق بد سوں بدجنس ہے — ہمارا مدد خالق انس ہے
اسے گرچہ اہل بت پرستی اچھے — ہمن قرب ربی کی مستی اچھے
پناہ اس کے گرد یر کفار کا — ہمن سے ہے مدد حضرت اثار کا
جو تھوڑے ہمیں لے تو او کیا گماں — ولے تیر شمشیر ہے درمیاں
سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج — نہ سمجھیں او یا جوج ہجان آئے یاج
اچھے خار و خس کے اگر یک ڈھگار — او سب جانے بس نہنا یک انگار
تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں — جو منظور ظل الہی کے ہیں
لے نیں ہے لگ او اگے انکے جاد — سدا انکے تعظیم کرتے بلاو
کھلاؤ یکیس سر کا یکے سر کوں مغز — پلاؤ یکیس یک کوں خوناب نغز
یکس یک کے گل ہاؤ انتڑیاں کے ہار — سنو گیند یکس سر کی یک یک تلہار
کھلاؤ کچل خوب مہرباں کوں پان — چھڑک لہو سرنگ کر سنو بے گمان
بچھا یجلاں زنگ کے نت یک تلہار — کرو نیت دسن جہاں گوہر نثار
جو آویں یہاں لگ تو میں خوب لاٹ — جہنم کوں بھیجوں فنا کیچ پاٹ
بسر گئے ہیں بڑکا بلے دیکھ دود — اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود
لیا خون اپنا الیس سر بسا — ایں ہو جو مطبخ میں آوے سسا
لکھو آج مردی سو یخ مرد نام — تمن تا نوں سو بے ہور ہمارا سو کام
سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات — ہے ہم پچھلے سب شجاعت سنگات

مشرف ہوشہ کی زمیں بوس سوں
بڈھانے الیس نام و ناموس کوں

اٹل تیر شہزادے اسی آن میں
یکس یک تے آ جلد اودھان میں

کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم ہیں فراز
تیرے دولتوں سیتی ہم بے نیاز

زمانے میں شاہ یگانہ تہیں
حقیقت میں شاہ زمانہ تہیں

کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے
ہر احسان کا مندہ دلشاد ہے

غریباں نوازی میں تجہ بندگی
تیری بندگی مایۂ زندگی

تیرا گھر ہمن جم ہے دارالقرار
تیرا سایہ طوبیٰ تے خوش باردار

تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز
نمک اوہی وقت کرتا ہے چیز

مغل اصل نامر دین حیلہ گر
شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور

مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ
ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ

لڑیں جب مغل لے عراپے کا اوٹ
ہمیں پیس دل میں کریں لوٹ پوٹ

کہاں رہی یہ اوسان او چھوڑتے
ہمیں کو نہ ہتیار سوں چھوڑتے

مغل آکے اول جولت کہاتے ہیں
دکھن کی لڑائی تے کچواتے ہیں

پاپ یک موت کے وقت فرزند کوں
کہیں یاد رکھ یوت اس پند کوں

دکھن یہ مہم ہوئی نوشت اور نگار
کہ زنہار نیں پھر او آنے کے ٹھار

لو آنے سو اکثر ہیں اوپوت عاق
کر پنج ہیں ماواں لیاں پد طلاق

شہا آج امرت ہے تیرا کرم
جس امرت تے جینا ہے دوجگ میں جم

جتے یہاں ترے کام پر ہوئے چیز
جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز

بچن سخت ہمت کی جب فرد فرد
کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد

وہیں ناہور خاں شہزادہ اینگ
کیا عرض تسلیم کر بے درنگ

کہ ہے شکر تجہ سا دلاور جواں
ہوا کئیں نہ شاہاں میں صاحب قراں

لیجیا یا تہیں سابقاں کا سبق
لڑانا و لڑنا ہے تیرا جہ حق

دلیراں کوں تجہ چال کے بند ہے
تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف — سٹے سب سپاہی تہور کی لاف
سرے آج شاہاں پہ شاہی تجے — دلیراں کہے شہ سپاہی تجے
سبھوں نے توں صف جنگ میں پشت دیت — ہوا تیغ انگے تیرے گج مست بیت
جو جوہر صلابت بد اندیش کام — پھرا شہ تے گڑھ کوٹ لشکر تمام
کیا تھا شر انگیز ہو کر کہ لاگ — سلگنا گھرے گھر تے فتنے کی آگ
بجانے کھڑگ آب سوں اوانگ — لڑیا صف بہ صف جب توں مومل بنگ
مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ — گیا نہاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ
جو تھی ملک ملنار کی جگ میں ہاک — نہ تھا بیس جس میں سکندر کوں لاک
چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد — لگیں کئی ہزاراں طلسمات و سد
توں توڑیا سو دیسے طلسمات توڑ — لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ
نہ تھاری جہاں عقل واں تجہ مقام — چلے نا نظر جاں کرے واں توں کام
سکندر بی نا رگ سکے تجہ رکاب — تو بعضے سلاطین کا کیا حساب
تجہ ایسے کے ہت کاہوں میں سرفراز — اسے کام کارن رکھیا ہے نواز
کہ لڑنا ہوں میں یوں مغل سوں ملک — لڑے ناد کوئی نیں لڑیا آج لگ
چل آتی ہیں بے فکر ہو چیل بیل — انگے ہو رہیں بندگاں کے جیل
جو بھری کی سر کوب منزل دھوں — لگولیاں یمن سب کوں گولا کروں
کھدیڑوں تو دنبال کر ملک بدا — بھگیں خشک لب تا لب نربدا
کیوں آتی ہیں یاں لگ کے سکل کر بند — رکھوں کوند دھر تھیا تجہ سیں کر کہ بند
چلیں تو طیا تجیا اس سوں برانول چال — کروں نت بجی والی کو کرڈی کا حال
کھیلتا ہوں سانپ سا سیس دم — کہ تا بیچ کھاتے رہیں ہو کہ گم
کہیں ہور بنگا کروں یوں تلف — نظر نا پڑے دانہ پانی علف
رد یکھینچہ تک بیجا پور تھانک — بیا جدے پھریں لیکہ تٹواں کوں ہانک
ہماری سپہ پن کی تو کیا بڑائی — جو اچھتیں ہمیں شہ لگ آدے لڑائی

سپاہی پہ اچھا علی کی مدد ‏ اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد
عجب بول میں ہے یو شر زے کے گن ‏ کرے کام کہتا سو اس تے دو گن
شہنشاہ کر بات سب کی پسند ‏ سبھوں کوں کر یک ٹھار ہور دیکہ بند
کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ ‏ کہ لشکر پہ بارے کروں ٹک نگاہ
چلانے کوں ویسے مخالف کوں ٹھوک ‏ وزیراں ہیں ہور خاص کب ہے لوک
کیا حکم جوں شاہ عالم نواز ‏ چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز
سپاہی دکھن کے بڑی داب کے ‏ تیراؤ ہیں شمشیر کی آب کے
بنی ہاشمی مصطفےٰ کے خلف ‏ شریفاں و سادات صاحب شرف
حسینی و حسنی و علوی کتے ‏ مدینی و مکی و رضوی کتے
انجو آتشی قادری سرمدی ‏ بخاری و بحری کتے مشہدی
عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش ‏ صدیقی و فاروقی و نوری قریش
جنیدی و جیلم و انبی امور ‏ و برکھاری خلجی اوٹ ہمت تور
جھنڈی وال واشنان دو بڑا متی ‏ کھنٹال و کچلی سسٹی سوختی
ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی ‏ زبردست مشرزیاں کی صف مہدوی
بہادر سرا ڑور گجرات کے ‏ وہیں شمشیر سو ندل میں خوش دھات کے
جیوں یور کی ہور کتے پا ڑیلی وال ‏ جو نظر ان نیں جنگ بن کچھ خیال
دکھن کے جو عیاراں میں اتے کینہ اتش ‏ مغل کے جو ہیں کال اہل حبش
اماری و نوری ادکہ نام جو ‏ کراکی و دامود کوں کا اکو
اتاری و نکری جگ آفات کی ‏ جو نا سارتی کالہ کا قات کی
دلاور جتے مولواں نانوں کے ‏ زبردست و ثابت ادکہ پاؤں کے
دھریں جیو تے ناموس پر بہت پیار ‏ دیویں رج سودے میں جیو نقد دھار
کہیں سب پڑیا ہے ہمنا شہ پہ کام ‏ کر جیو خرچ کر آج رکھتا ہے نام
پٹھاناں جو دہلی کے ہیں نام دار ‏ مغل کیے او لہو کے ہیں پیاسے اپار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے — لڑے سخت رُہواسیاں کوہ کے
مٹنی و لوڈی سرانی ینی — لہانی و سورانی وسڑبنی
میانی و مکی و جسوانیاں — بلوچ استرانی وسرجانیاں
غزنی و غلزائی و اغواں کتے — غزہ خیل و غرغشتی افغاں سکتے
ترین و دلیزاک و سرخ وکینو — تراہی جمند خویشگی ناجو
لداخیل و یوسف زئی و ناغڑاں — اوڑنی و کنڑرانی و کھوکیاں
خلج سوروینی و کاکڑ سکتے — نیازی و بابی و بابر سکتے
ستی ناصر و تانک و سروانیاں — مہندی غوری شروانی جلوانیاں
مہراٹے کتے ذات و کئی دصات کے — لڑے پاؤں لے کے لینے پات کے
سنیتا کی دجگ تھاپے جادو نیوار — اندل کار و نلوار و نیپال کار
مہیطلے کھارا رے و کھنڈا کلی — رسند ہی پاندری نم کلی پھیڑ تسلی
بکٹ کھانٹے گھوڑ پھوڑے اموڑ — یورانٹے و کانٹے دوردوبی پھوڑ
نیتولے و رن بھورے بہوڑیں سنگار — پھنپوسے و چوہان و بھاندول کار
کتے لومتے بان پاستے کتے — لوکاٹے وچاٹے و ساٹے کتے
کھتارے کتے ہور کتے ہنبراں — نہدی برگی دگولی و ہنگراں
دسے تا او جلدی کے وقت اپنے آپ — برادر ہے ساواں کے جیوراں کے باپ
ہر یک مادواں انکی گویا پری — دکھادے جندر کوں ایس دلبری
کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں — پڑے بیچ میں دیکھ آپے لواں
کریں دوڑ میں آکر بارے سوں پات — منڈاسا لے اس کا اڑیں پات پات
چھیلیں ین سوں جاں انکے تل گرگرڈیں — چھپیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں
ہر یک نیزہ بازی میں راقت لڑا — کھلے گا جندر ست تے کاٹے کڑا
جو دھن نوج کے نازمیں [illegible] نیٹ — تو نیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ
بھلے برق انداز رومی تمام — تفنگ سوں کر نہار بادل کے کام

جھوجاراں کتے بھانت ہتیار کے — حضور آئے سب مرد اوجھار کے
سلح میں ہر یک تن مکمل دسے — یکس یک تے جلوے میں بادل دسے
بڑے دھاؤں ڈکھنیاں کے کوتر ہتیار — ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار
پٹھاناں کے سوندل یہ کرڑی کمان — مہراٹیاں کے جھگڑے یہ اول اٹھان
دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھریا — سپاہاں کے طالع کی ہوئی برتری
کہے شہ دکھن کے ہیں پادشاہ — تمیں بھان کی میراث داراں سپاہ
سپہ بن تمن جگ میں مشہور ہے — ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے
دیکھا نا سپہ یہاں کا نت پھانجہ روپ — کہ ناخوب دیسے سورج باج دھوپ
مغل نا سپاہی سپاہی سوں کام — نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام
دکھیں نت سکے باپ سوں او دماغ — دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ
سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر — سپاہی جو سمجھے سپاہی کی قدر
جکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج — منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج
سپاہی کے ہم ٹیک کوں مان دیں — سپاہی کوں صف میں اول پان دیں
سپاہی تے ہے بادشاہی کوں زور — دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور
نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ — بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ
خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس — گہر دان ہوں میں یعنے مردم شناس
کیا ہوں ہر یک تن کوں چن چن کے پیار — رکھیا سوں تمن کام پر اعتبار
چلی آج لگ ہو یکس یکتے سات — تماری زباں ہور ہمارا سو بات
ایس بول رکھنے جسے لاج ہے — او سب کام کرنے کا وقت آج ہے
ہمن گھر پہ کرتب آ مغل سا غنیم — چلیا ہے بد اندیش ہو کر عظیم
اچھی جس ہو میراث حب الوطن — اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن
مجے نسام پر جن دسیا بے نظیر — کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر
جنے کام پر خرچے ایس جیو کیا — کرب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لیچ اپنی مروڑ	لگے بولنے جیو کی پرواکوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم	سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کئیں پڑیا نیں فلک کی نظر	کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال	نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے	بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے ہات میں	کئے ہیں فدا انکوں تجہ بات میں
اتھا اسم شاہاں کوں گر شہریار	شہایا او تجہ ناؤں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں	دسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
سپاہی پنے کا تہیں قدر جان	بڈھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ انگے سپاہی کوں نیں جیو عزیز	جیا تو بڑا ہوئے مرا تو بے چیز
سلامت توں اچہ کیا تیماں کو تم	کہ جم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک	بدی سود ہر ہیں ترا ایس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دھات	ہمن یک انگے کیا ہیں دس لیو ذات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی	کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
شہا آج اگر ہند دنیاں کی پھاں	گنوراں لے آتے ہیں ہو گلہ بال
تیری فوج کی تو ہیں غازی ہمیں	کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دنبیاں کو پارو	کریں ذبح لاکھاں کوں ہر دم پچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دھنگرا اُٹھے	سنے تو دہنی تس [illegible] و تا پچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما	بچن کا خلاصہ ہر اک [illegible] تن میں پایا
نظر میں یک یک تن کوں کیا رکھ مان	ایس بات سوں سب کوں دے دے کر پان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید	سکھا کر دیے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز	فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
کہے لے آئیس فوج ہر صوبہ دار	ارسطوئے دوراں یہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام — کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام
جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو جونپ — روانہ کیئے توکل یہ سونپ
دیئے جب رضا سب کوں شہ مہبلی — اٹھے سوچ بولے مدد یا علیؑ
ارسطوئے دوراں تو ہے حق پسند — کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند
اول خوش خلاصی سوں دل سب کے ہات — کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات
آنسیں بی سنبھال آج خوب اتفاق — غنیماں کو جیونے تے دینا فراق
لئے نوگزی سات فیروزہ انگ — دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ
لکالک لئے بان کاری و بان — لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان
لئے جتی سلاحاں دھرن بار آڑ — ہتھیاراں لئے خوب پکھرڑی سو باڑ
بہوت پادشاہی خزانہ لئے — نکل دیں مخالف طرف رخ کیئے
تلک خان شہزادے نے قابو پچھان — مغل لک کیا باد ہو یک اٹھان
جھڑپ نیں دیا لک پو باڑا بڑا — ہلا دل علی کا چلیا کڑ کڑا
چلے رج سوں دکھنی دلاور جواں — وزیراں چلے نامور بیکراں
یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار — وزیراں ہر یک پاس کے کامگار
دھریں من میں دکھلا کہ یوں جوب تول — بڈھانا ہے آج اس غنیماں پہ بول
بڑا دل مغل کا نہ اسنیڑ یا جیو لک — دہیں خان شہزادہ پچھاڑیا تلک
کہ دکھنی وزیراں جیو ہیں تول میں — لوہا مارتا ہوں اتن جول میں
دکھیوں آزما بازی قسمت تیر کوں — نکالوں تیرنگ کوں بی تک پھیر کوں
تیرنگ کام پر تیز یا دھرتا ہے کیوں — دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے کیوں
بھلے بھائی سب مل لڑے نہار رہیں — لوہا سر کشاں پر کر نہار رہیں
پچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد — مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد
کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا — یک او جیار کرنے کی خوش بد میں تھا
خدا ہو سکے تس پاک نیت پہ شاد — کرم کر کے یوں منگے دیتا مراد
کہ جس جس حق ناؤں دینے پہ آسکے — تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرہنگ

فرہنگ

آ

آپناسٹ	اپنائیت
آچھتگی	ہوگی
آڈ	عداوت، دشمنی
آداب	سلام
آدمیں	آدمی
آدھار	سہارا
آسودا	آسودہ، مطمئن
آشتی	شانتی
آفتابہ	ایک قسم کا ٹونٹی دار لوٹا
آگل	اگلے، آگے
آگون	اگنی، آگ
آنب	آم
آنگ	جسم
آنگے	آگے، سامنے
آیاں	آئیں
آئینہ	آئینہ

الف

اُ	وہ
اُبھرنا	باقی رہنا
اَبولا	خاموش، گونگا
اَپار	بے حد، بے انتہا
اپاریں	نکالیں
اَپارنا	نکالنا
اُپاس	فاقہ۔ روزہ
اُپر	اُوپر
اُپڑپ	اعلیٰ خوب تر
اَپرُوپ	نادر
اَپنس	اپنا، اپنے، اپنی
اَپنیں	اپنے آپ، اپنے آپکو
اُپکار	احسان
اَپن	ہم، اپنا، اپنی
اَپناچ	اپنا ہی
اپنک	اپنا، خودکا، خود
اپنگ	اپنا

آپیں	آپ ہی، خود ہی
اَت	بہت، زیادہ
اِت	اِس
اِتّا	اتنا، اب
اُتار	صدقہ
اُتال	اب، اسی وقت
اُتاول	بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر	جواب
اُتم	اعلیٰ
اُتم سود	زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی	تھی
اُٹ	اُٹھ
اُٹکہ	اٹھ کے
اُجال	اُجالا
اَجت	سورج
اُجلے	سفید
اَجھوں	ابھی
اُچار	راز، تعریف
اُچانا	اٹھانا
اُچانے	اٹھانے
اَچپل	چاق و چوبند، خوش مزاج
اَچکل	خوش نصیب
اَچوک	بلاشبہ
اَچھریا	حوریں، پریاں
اَچھنا	ہونا
اَچھو	رہو
اَچھیں	رہتے
اَچھے	رہے، رہو
اخلاص خاں	بیجاپور کا وزیر و سپہ سالار
اَدِک	ادھک، زیادہ
آدو	سورج
آدھار	سہارا، وسیلہ
اَدِھر	لب
آدھیرات	آدھی رات
اَدیک	ادھک، زیادہ
اَدیکھے	دیکھے بغیر
اردگان	نجوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
ارڑانا	چلنا، چیخ کر رونا
ارڑائے کر	رو دھو کر
اڑسری	مقابلہ، سرکشی
ازات	آزاد

اُسانس	آہ
اُساساں	آہیں
اَسپاس	آس پاس
اُستوار	سیدھا
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق
اَصلا	بالکل
اقرار	وعدہ
اَگن	آگ
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا
اَگیٹھی	انگیٹھی
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر،
اَلنگی	چاہنے والی
اُلولگ	اب تک
اُلیانی، الالی	جوش، جذبہ، ولولہ
اُمت	زیادہ
اَمرت بچن	میٹھے بول میٹھی بات
اَمرت گھڑی،	نیک گھڑی
اُمس	جوش، امنگ، ہمت، خواہش
اَمول	انمول، لاقیمت، بیش قیمت
آنَّ	رِزق

اُنْ پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
انپڑنا	ملنا، پانا
اَنت	بھید، راز
اَنتر	فرق
انٹ	ہاتھ، راز، کمر
انجن	سرما
اَنجو	آنسو
اَنجواں	آنسوؤں کی جمع
انجھو	آنسو
آند	اندر راجہ
آند	آنند، آرام
اندرے	اندھیرے
اندکار	اندھیرا
اندھارا	اندھیرا
اندھیرے	اندھیرے
آنگ	جسم
انگ	آگ
اُنگل	انگلی،
اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن مان	(الومان) اندیشہ، خیال
اُنن	انہوں نے، اُن

اَننگ	بے شرم
اَنوپ	انوکھا
اَنیاؤ	ناانصافی
او	وہ
اُوبال	جوش، جذبہ، غصّہ
اُوتالا	بیقرار، اوچھا
اوٹ	آڑ، پردہ
اوٹھیا	اُٹھا
اوجال	اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اُوچا	اٹھا
اُوچار	غلبہ، حملہ
اودِھان	دوڑتا ہوا، جوش سے
اُورگن	قبول کرنا
اوڑ	اُڑ، اوڑھنا
اوڑنا	لحاف
اوس	اُس
اوساسان	آہیں
اوگن	بدخصلت
اَوگھڑ	ناسمجھ، بے سلیقہ
اوّل دور میں	قدیم زمانے میں
اَوّلیچ	اوّل ہی، پہلے ہی
اونٹ وال	اونٹ والا، شتربان
اونٹن	اُونٹنا، کڑھنا
ایتا	اب
ایتال	اب
ایراپت	ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
ایزار	ازار، پاجامہ
ایکیچ	ایک ہی
ایلاڑ	اس طرف، کم تر
اِینوں	یہ
اِینو تے	اِن سے
اِینو نے	انہوں نے

ب

باٹ	راستہ، راہ
بارا	ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی	بارش
باڑ	تیز دھار
باڑی	کھیتی
باڑی	کھیتی

باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغِ جناں
باشک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیچ	باقی ہی
باگ	شیر
بالِشت	تکیہ
بالشاں	تکیے
بانچے	خیال کرے، خیال کئے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بابا	ڈالا
بِپت	بپتا، مصیبت
بتتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پٹولا، ایک قسم کا سلک
بجالیا	بجالایا
بجد	بقصد، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا

بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا۔ مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھوتے، فرش
بِدانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بدونت	عقلمند
بدھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بدھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھاپا	بڑھاپا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
براں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	بڑے بڑے بلیاں بلاور

	بلاڈر
برہ	جدائی، ہجر
برھے	بڑھے
بڑائی	بڑھئی
بزار	بازار
بس	زہر
بست	وستو، کپڑے، لباس، چیز
بستاں	وستو، لباس
بستی کرنا	قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا
بسرنا	بھولنا
بسلانا	بٹھانا
بسلائے	بٹھلائے، بٹھائے
بسلایا	بٹھایا
بسواس گھات کا	وسواس گھات، دھوکا
بسیاں	لمبی
بسائن	حنظل، ایک کڑوا پھل
بکٹ	مشکل
بکسنا	منہ بسور کے رونا
بکھانا	بتنگڑ کرنا، پھیلا کر بیان کرنا۔ بیان کرنا
بل	طاقت

بلا دور	صدقہ
بلی	قوی، طاقتور
بلیاری	بلہاری، صدقے
بناں	دولھا، محبوب، سجن
بند	بوند
بندہ	غلام
بندی خانہ	قید خانہ، زنداں
بنگام	ہنگام، ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بنے بن	بن بن، جنگل جنگل
بنڈرنا	گھومنا
بنڈا، بنڈی	چٹان
بوجن ہار	جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بوری	بری
بولالیوں	بلالوں گی
بوبنڑی	چیخ پکار
بومڑی	واویلا
بھا	ڈال، ڈالے
بھار	باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان	سورج، کمان
بھان ہارے	تیر انداز

بھانا	ڈالنا، انڈیلنا
بہانا	حیلہ، بہانہ
بھانت	طرح، قسم
بھانو	سورج
بھاؤ	انداز، ڈالو
بھایاں	بھائی کی جمع
بھایاں کرنا	نخرے کرنا
بھنا ہوا	بھنا ہوا
بھتر	اندر
بَھتر	جوڑ، توڑ
بھترول	بھتر، اندر
بھجنگ	بل کھانا، سانپ
بھدرا	کینہ زر، تھیلی
بھرت	بھروال، گھٹا
بھری	بحری، شکاری پرندہ
بھڑت	بھیڑ
بھڑکا	شعلہ
بھڑنا	مقابل ہونا
بھسم ہونا	راکھ ہونا
بھگ	بھاگ، قسمت
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ

بھنجن	توڑنے والا
بھنور بھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھو	بہت
بھُوت	بہت
بھوجن	کھانا
بھوجنگ	سانپ
بھوکا کر	پھونک کر
بھوگ	ہوس، خواہش
بھوگی	بوالہوس، عیش پسند
بھَومان	بہت عزت والا
بھونڈے	بدوضع، خراب، برے
بھُوئیں	زمین
بھید	جادو کا جنگل
بھیں	زمین
بھی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بیت	بیتنا۔ گزرنا
بیٹھیا	بیٹھنا۔ بیٹھا
بے درنگ	بلا تاخیر، فوراً
بے ریب	بے شک
بتنیں	بیٹھا
بے شک	مضطرب، پریشان

بے فام	غافل، بے عقل، بے سمجھ
بھوییچ	بہت ہی
بیگ	جلدی، جلد
بے گماں	بے شک
بے گنت	ان گنت
بیگی	جلدی
بیل	نسل
بی	بھی

پ

پا	پاؤں، قدم
پاچ	کانچ، زمرد
پاچھے	پیچھے
پار	پھر، باہر
پاڑنا	پھینکنا
پاڑو	شکار
پال	گھاس، مینڈھ منڈیر
پانڈر	پیلا، زرد
پائیا	پالیا
پت	برابر
پتال	پاتال
پیتا ورت	پتنی ورتا
پتھایا	بخشش کیا
پتیانا	بھروسہ کرنا
پٹھا	بھیجا
پیٹے	کپڑے
پچھیں	بعد میں
پچھن	بعد
پدُم	کنول
پراپت ہونا	حاصل ہونا
پران	جان
پراوپکار	احسان کرنے والا
پریت	محبت
پرتھم	زمین
پُردرد	غم گسار
پَرَس	پارس
پُروش	آدمی
پرسن	پرسند خوشی
پرشن	پرشن، سوال
پرتو	قاز کے پر
پُرک	پُرکھ، آدمی

پرکاج	کام نکالنے والا، کام بنانے والا کارساز
پرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پرم	پریم، عشق، محبت
پرمل	خوشی، خوشبو
پرواپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پروردہ	بامراد
پروٹس	غیر جنس
پسارکر	کھول کر، پھیلا کر، پچھاڑ کر
پسرنا	پھیلنا
پس میں	بعد میں
پشتانا	پچھتانا
پکاریا	پکارا
پن	مگر، لیکن
پُن	ثواب، نیکی
پناکر	پہنا کر
پنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پنیت	پنتھ، راستہ، مارگ
پنگوڑا	لڑکا

پنکھی	پنچھی
پنگرا	بچہ
پنگوڑیاں	بچے
پوت	بیٹا
پوچ	پوچھ
پور	پُر، بھرا ہوا
پورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پونچ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتھر
پھترا	پتھر
پھترن	پتھر
پھرا	پلٹ کر، واپس
پھر آوے	لوٹ آوے، واپس کرے
پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پھکے	پھول گئے

پُھگ — پھول کر
پُھگڑا — منفعت
پُھلوں — پھولوں
پُھوگیا — خوشی سے پھول گیا
پھولاہارہ — چمن، باغ
پھیر — دوبارہ، پھر
پھیرکر — لوٹ کر، واپس ہو کر
پھیلے — پہلے
پینا (پےنا) — پہنا
پیچھو — دوسری مرتبہ
پیکھن (پےکھن) — دیکھنا
پینچہ — پیچ و تاب
پینی (پےنی) — پہنی

ت

تاریاں — تارہ کی جمع
تانی — کمسن، ننھی بچی
تٹو — ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیث — نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تَد — تب

تُرُنتُ — تُرنت، جلدی، فوراً
ترختا — تڑپتا
ترکش بندی — تیر کمان
تُرن — سہارا
تِرن — تیرنا
تُرنت — جلدی
تُرمتیاں — ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ — گھوڑا
ترٹخیا — پھٹ گیا
تِس — جس سے، جس کی
تِس جس — جس کسی کے سرکار
تقا — قوی
تکٹ — زرین اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تنگ بگی — تلملی (تل ملی)
تِل — لمحہ، پل
تَل — نیچے
تِل — وادی
تَل اوپر — نیچے اوپر
تلملن — تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے) — نیچے، میں، اندر

تُم	تالاب کا پشتہ
تُمکَن	(تم + کنے) تمہارے پاس
تُنک	باریک
تَو	تب، تواسیاں، غالیچے
تُوجے	تجھے
تُوج	تجھ
تھانب	تھام
تھانبا	ستون
تھانپ کھانا	تھر تھرانا
تھانو	(ٹھانو) جگہ
تھپانا	پیٹنا
تھپٹے	تھاپے
تھنڈا	ٹھنڈا، سرد
تھنڈانیر	شبنم
تھنڈگی	ٹھنڈک، سردی
تھنڈی	(امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے کنکی اور پانی سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُہیں	توبھی
تے	سے، کے
تِرِی	استری، عورت
تیزی	گھوڑا
تیواسی	طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیونچ	ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

ٹاک	(ٹک) ذرا
ٹکلیاں	ٹکے سکے
ٹنگانا	لٹکانا
ٹھار	جگہ
ٹھان	جگہ، مقام
ٹھانک کرنا	ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں	جگہ، مقام
ٹھکریاں	(ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا	(ٹھٹکنا) ششدر رہونا حیران ہونا
ٹھگلانا	دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے	ضرب، مار

ٹھیر	ٹھہرنا، رکنا
ٹیک	ٹیلا
ٹیلا	ٹیکا

ج

جاب	جواب
جالا	دام، جال
جامدار خانہ	توشک خانہ
جُان	جوان
جان ہار	جاننے والا
جِتا	جتنے
جتا تھا وتا	جتنا تھا اتنا
جتے	جتنا
جِتی	جتنے ہی
جَبرس	گھنٹہ
جَبرم	ہمیشہ
جُرٹت	جواہر
جَڑت	جڑاوی
جَبس	طاقت، قوت
جُعد	جوڑا
جگ	زمانہ، دنیا
جگ آدھار	دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے	جاگے ہوئے
جلگ	جب، جب تک
جم	ہمیشہ
جم خانہ	آبدار خانہ
جمنا	سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور	جانور
جنس	قسم
جنک	باپ
جنگم	سادھو، سنیاسی
جنم	سدا
جنتے	جیسے، جن کے
جُودا	جُدا، علٰحدہ
جُول	پیٹ
جُوں	جیسے
جوئی	آب جو، چشمہ
جھال	تپش، لو
جھانپنی	جھپکنا، چندھیانا
جھڑے	سوتے
جھکا	جُبہ

جھل	جلن، حسد، رشک
جھل	دودھی محبّت
جھلیا	جھیلا، برداشت کیا
جھنکر	جھگڑا
جھوجاراں	جنگجو، فوجی، سپاہی
جھوجن کرنا	زور آزمائی کرنا
جھونٹ	جھوٹ
جے	جو، اگر
جیب	زبان
جینڈو	کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف
جیو	دِل، جان، زندگی، حیات
جیوں	جیسے، مانند
جیونے تے	جینے سے، دل سے
جیونی	جانی عزیز، چہیتا
جی	جس کسی کی

چ

چانپ	دباتا
چپ	بائیں
چُپ	بلا وجہ، بے سبب
چُپ	خاموش

چِت	دل، فکر
چِت دھرنا	توجہ دینا
چَتُر	ہوشیار
چِتر	نقش و نگار، تصویر
چترراج	شہنشاہ
چَرن	پاؤں
چڑ	زیادہ
چَڑ	چڑھ
چَڑ آیا	چڑھ آیا، سبقت لیا
چڑنا	چڑھنا
چُک	کچھ
چَک	آنکھ
چکاجوت	آنکھوں کا نور
چک چار ہونا	نظریں چار ہونا
چَپکل	شوخ، چنچل
چُپکل	بھینچنا
چَپکلنا	وسعت دینا؛ بھینچنا، آغوش میں لینا
چَلنت	عادت و اطوار
چمناں	چمن کی جمع
چِنت	چنتا، فکر
چِنتا	فکر

چت	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چُوب کر	چُبھ کر
چُوبے	چُبھے
چوپھیر	چاروں طرف
چوترا	چبوترہ
چوڑ	چھوڑ
چوکدصن	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چُونے	چُننا، منتخب کرنا
چُونیا	چیدہ، چیدہ، چند، چُنندہ
چھاچھا	چھاچ
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتر دھار	راجا
چھتر دھارے	تاج و تخت والے (مراد راجا)
چھجا	چھت، پالکی
چھجے	چھجا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھوٹک	نجات
چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

حُب	محبّت
حُجّ	حُجّت۔ حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کیا کرنا

خ

خار	خوار
خرمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خُوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بُد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دان کارن	داد و دہش
داونی	دوپٹہ
دائم نمن	ہمیشہ کی طرح
دٹاویں	ڈانٹیں
ددا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
ددھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
درجک	زیور کا ڈبّہ
درس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی
دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِلِ ریش	زخمی دِل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دن دیپ ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا. لپک کر جانا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھانس	ڈسنا

دھانوں	ڈھنگ
دھائیا	داخل ہوا
دھر	سمت، طرف، سے
دھرت	دھرتی، زمین
دھرتری	زمین
دھر دھیر	طرف
دھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دھریا	رکھا
دھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دہلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دھند، اندھیرا گھرا
دھندہ	کاروبار سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا تسلی
دھوونے	دھوتے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ سحر
دوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ

دو دھرتی	دو طرف سے
دوس	برائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوحا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دلاکر، دے کر
دین	دن
دیوا	چراغ
دیوُنگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ڈ

ڈانڈے	ٹانکا
ڈہین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈوبا	ڈوبا ہوا، ڈبیا
ڈومنی	زن

ڈونگر	چٹان، پہاڑ
ڈونگھے	گہرے
ڈونگے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنک
ڈھکار	ڈھیر
ڈھگار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھونڈتے، ڈھونڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون ہار	اٹھانے والا

ر

راتوا	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج تھل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار راست سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ
راکھی	کھڑاؤں
رام ہونا	غلام ہونا
ران کر	راندہ کر کے، دھتکار کے
رانواس	محل، گھر
راوت	بہادر
راؤل	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، دربار کا امیر
رَج	راج
رَچ	رچنا، بنانا
رُچ	جذبہ
رَچ رَچ	آہستہ آہستہ
رَچیں	جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رُخن	رُخ، طرف
رسیدے ہوئے	کامل ہوئے
رَک	رکھ
رَکت	خون
رُکھ	درخت
رگت	رگت، خون
رُندنا	پامال کرنا
رَوا	جائز
رُوپ	چہرہ

رُوت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریز ہونا	لٹانا
ریش	زخم
ریشا	ریشہ، بال
ریی	رعیت
رَین	رات

ز

زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زَنب	دم
زَنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زیچ	زائچہ

س

سَانت	ساتھ
سَاتو	ساتوں
سَاج	سج، ساز و سامان
سَار	طرح، مانند
سَامن	سامنے
سَاند	دراز، دراز
سَاندرے سَاندرے	آہستہ آہستہ
سَاؤ	ساہو، دولت مند، قرض اور رہن کا کاروبار کرنے والا
سَرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سَراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا، پورا کرے گا۔
سَرانے	سرھانے
سَبھ	سب
سَبھا	دربار، مجلس، محفل،
سُبتیت	عُمدہ
سِپارش	سِفارش
سَپورَن	مکمل، کامل
سَپن	سپنا، خواب
سُتا	کھنچ آتا، کھنچ گیا
سَتیکار	وقعت، قیمت
ستمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے
سَٹکا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

سٹنا	چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا	ڈالا
سُجات	نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سَجن	قید خانہ، قفس
سچیں	بے شک، سچ مچ، واقعی
سچنچ	بہت زیادہ، شدید
سَد	دلوار
سُد	ہوش
سُدھ بُدھ	سدھ، بدھ
سُرنگ	
سَراہنا	ختم کرنا
سراون	سراہنا، تعریف کرنا
سُرب	سب، تمام، کل
سِرتے	پھر سے، دوبارہ، سرے سے
سُرج	سورج
سرخواص	صدر خواص، خواصوں کا افسر
سَرس	کامیاب، زیادہ
سرک	گانٹھ
سُرگ	سورگ، جنت
سرگھنڈ	سر، پیشانی
سَرن	سلام
سرنا	زیب دینا
سرنے	پھول
سُروپ	خوبصورت، خوبصورتی
سَرونگ	سراپا (مرہٹی)
سَریر	شریر، جسم
سَریراں	تخت
سَسا	خرگوش
سَعد	نیک، خوب
سُک	سکھ
سَکت	طاقت، مجال
سکت دار	قادر، طاقت ور
سُکلی	تمام، سب
سُکھ کر	سوکھ کر
سُگل	تمام، سب
سُلی	سولی
سلکھن	اچھے اخلاق والی
سَلول	سلونا، خوبصورت
سَم	برابر
سم اچار	سماچار، خبریں
سَمُد	سمندر
سَمج	سمجھ
سُنا	سونا

سنبھال — سنبھال
سنچریا — آہٹ، آواز
سندیہہ — شک
سنک — سنکھ
سنکات — ساتھ
سنگی — شنکھ
سموکھیہ — روبرو، آمنے سامنے
سنور — طریقہ
سن ہار — سننے والے
سپھنے — سونے میں، خواب میں
سمرنے — سہنے
سننے لگ — سننے تک
سوباس — خوشبو
سود — زیادہ نفع
سود — سُد
سوزنگ — گلشن
سور — سورج
سورات — حرص
سوس — سوچ، فکر
سوس کرنا — محسوس کرنا
سوسرخاں — پرندے
سولکھن — اچھے صفات، نیک خو، خوش اخلاق

سُوں — قسم
سونٹا — ڈنڈا
سوندل — جنگ
سوندی — جوڑ، دراڑ
سونے کر — سن کر
سہنا — زیب دینا
وسہند — ایک خار دار جھاڑی
سہے — زیب دے
سی — گا، گی، گے
سیا — کالا خرگوش (سیاہ)
سیر — سَر
سیس — سَر
سین — خواب
سینا — سینہ، چھاتی
سیندھنا — کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ — بے حد، بے انتہا (ریٹھی)
سیوک — غلام، نوکر
سیونا — سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

شنشا — گرمی

شَاب | شہاب
شَب تیز | شب دیز، مشکی گھوڑا
بِشتاب | جلدی
شَرزہ | شیر کا بچہ
شَر شور ہوا | شرابور ہوا
شَدید | بھید

ص

وصُبا | صبح
صَبوری | صبر
صَدرے | سدراہ
صَفا | صاف، پاکیزہ
صَلابت | ثابت قدمی

ط

طائب | تائب
طبلک | آسمان
طپانچیاں | طمانچہ
طشت | بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ | تلخ
طبنیاں | کھڑکی
طواسیاں | غالین، قالین ہے

طَور طور | متغیر
طومار | نقش

ع

عجائب لگنا | عجیب معلوم ہونا
عرابے | ارابا، توپ گاڑی
عرق | شبنم، پسینہ
عشراق | اشراق
علف | چارہ، غذا
علیوی فن | معجزۂ عیسوی

غ

غدیر | گہری
غُطے | غوطے
غُلبلا | غلغلا، شور
غمخار | غمخوار، غم خوار

ف

فَام | فہم
فَرخ | مبارک
فرنگ | بندوق
فِرنی | فیرنی

فن	مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند	دھوکہ فریب

ق

قاعِد	قیدی
قاید	قید
قضااللہ	اچانک، اتفاقاً
قِفا	پیچھے
قل قال	قیل و قال
قماش	ایک قسم کا کپڑا، سازوسامان
قوت	غذا

ک

کاج	کام
کاخ	محل
کارن	کے لئے
کاڑ	نکال
کاڑیا	نکالا
کاس	تانبے کا سکہ
کال	کالے، کالا
کالیج	کلیجہ
کام کارن	کام کے لئے، تقریب کے لئے
کھانب	درخت کا تنہ
کانٹھ بازی	کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے	طشتریاں
کاوڑی	بزدل
کُبل	مشکل، دشوار، شاید
کُپال	پیشانی، سر
کپٹ	دغا
کِت	کہاں
کتوال	کوتوال
کِتیے	کتنے
کتیاں	کتنے ہی
کَٹ	راز
کٹن	کٹھن
کُجات	کم ذات
کچ	کچھ
کچکول	کشکول
کچوانے ہیں	جھجکتے ہیں کراہت کرتے ہیں
گد	کب، کدورت
کدھاں	کبھی
کرا	کا
کُرب	
کرتار	کارساز، پروردگار

کرڑی کماں	سخت کمان
کرسی	کرے گا
کرکر	اس لئے، اس سبب سے
کرم سوں ٹہک کر	قسمت کے مارے
کرن	کرنے، کیا، کان، کرتا
کرنش	کورنش، سلام
کرونٹ	کروٹ
کسوت	کپڑے، لباس
کسوتِ خاص	خلعت
کسوں دھیان	کس کا دھیان
ککڑی	مرغی
گللوت	تدبیر (برائی کی) آپد سوچنا حرص، خواہش
کلف	قفل
کلنگاں	قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کن	کون، کیسا، کوئی
کن	کان
کنا	کہنا
کنبلی	کمبل
کنپے	کلپنے
کنٹھ ماں	کنٹھ ماں، گلے کا ہار
کنٹھ	گردن، گلا

کنچن	سونا، زرد، پیلا
کندن	سونا
کنشٹ	ادنیٰ، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک	سونا
کنور (کنور)	شہزادہ
کنی	کہتی ہوں
گو	کہو
گو	کوئی
کواتے	کہلاتے
کواڑاں	دروازے کے پٹ
گوپ	غصہ
کوپیاں چینی کیاں	چینی کی پیالیاں
کوتری	کتا
کوٹ	قلعہ
کوٹھری	کمرہ، حجرہ
کورس کیا	مار ڈالا
کوس	دو میل کا ایک کوس
کوک	کمر
گول	قول
گول	مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا	لومڑی

گونی   کونلی
گون   کون
گوں   کہوں
گونڈن   قید، حبس
کھانپ   تنا
کھان   کان، معدن، خزانہ کھانا
کہاں   کان
کھاندا   کندھا
کہاوے   کہلائے
کھتر   کھٹا
کتھے   کھوتے
کچھواکے   گھبراکے
کھدیڑنا   تڑپانا، پٹک پٹک کے مارنا
کھرانی   کھارا، کھاری
کھرگ   تلوار
کھڑگ   تلوار
گھن   معدن، کان، خزانہ
کہن   پرانا
کہن پرورد   بوڑھا غلام
کھندا   کاندھا
کھنڈ   کھن، طبق
کھنڈیاں   کھنڈی، بیس سیر کی ایک کھنڈی
کثرت، توجہ

کہن بار   کہنے والا
کھید پریا   بھگایا
کھیری
کھیلٹی   مصیبت، تکلیف
کہیے   کہتا تھا
کھیا   کیا
کئی   کہے
کی   کیوں
کی   کہہ
کیت   کہہ
کیا   جسم
کیتا   کتنا
کرے   کیڑے   کا
کیلی   مخمور
کیڑا   کا
کیند   گیند
کہیں   کہیں

گ

گانٹھرن   گانٹھ پڑنا
گانڈا   گنا، گنڈیریاں
گاہنارے   (گاں ہارے)

گانہارے — گانے والے
گاؤدی — نادان، کم عقل، بے وقوف
گج — ہاتھی
گج متی — بڑا موتی
گج مست — مست ہاتھی
گرجن — بازگشت، گونج
گرد — اطراف
گڑھ — قلعہ
گلے دانٹ — گلے تک
گلے — پگھلے
گل کار — میستری، راج
گل چاند — گلِ چاندنی
گَل — گلا
گمت — کھیل تماشہ
گمت گاہ — بازی گاہ
گمتے — گزرتے
گمنا — گزارنا
گن بھریاں — پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں
سگھڑ عورتیں
گنبھیر — غور، شدید
گند — بدبو
گندانویں — گوندھے ہوئے

گن ندھاں — عالم، فاضل
گُنے — عقلمند
گوڑ
گون کرنا — جانا
گھرسنج — سخن سنج
گھنے — زیور (گہنے)
گہنے — زیور
گھابرا — گھبرایا ہوا، پریشان
گھات — داؤ، وار، نشانہ
گھاند — ڈالتا
گھال لینا — چھری بھونک لینا
گھانٹ — گھنٹی
گھانٹی — گھنٹی
گھاؤ — زخم
گھٹ — کم، کمی
گوٹ پکڑنا — مضبوط پکڑنا
گھر بیچ — گھر میں
گھرداس — خانہ زاد
گھرے گھر — گھر گھر
گھڑات — گھڑیاں
گھنسٹ دل — مضبوط دل
گھنیری — بہت، گھنے، کثرت سے، زیادہ

گھوڑ	کیچڑے کی کنڈی گھورا
گھوڑ بھوڑ	سوسمار (ایک جانور)
گیان	خیال

ل

لانپ جھانپ	آنکھ مچولی، میل ملاپ، اختلاط
لاٹ کرنا	لوٹنا (چھیننا)، زیر کرنا
لاڈوں	لاڈ پیار سے
لاف بد	غیبت
لاگ	(لگ) تک
لانچھ	لالچ
لبد	(لابُد) بے شک لازمی
لبدانا	مائل کرنا
لت	لات
لٹیا	لوٹا، واپس آیا
لک	لاکھ
لک لکاتی	چمکتی، دمکتی
لکھن	لچھن، عادات اطوار
لکھن	لاکھوں
لگا لگ	صف بستہ، ایک کے بعد ایک
لوچ	تکلیف
لوح	تختی

لوک	جگ
لونچے	نوچے
لئی	بہت
لیتا ہے نیر	غسل صحت کرتا ہے۔
لیجا	لے جا
لجاون	لے جانا
لجاویں	لے جائیں گے
لجائی	لے گئی
لیکھ	لے کر
لیہہ	لے لیتا ہے

م

ماٹی	مٹی
مادھی	مادہ
ماراں	(مار کی جمع) سانپ
مارکی	معرکہ
مارگ	راستہ، راہگزر
ماس	گوشت
ماس	مہینے
ماگ	مارگ، راستہ
مان	عزت، اعزاز
ماڑا	[redacted]

مان راکھیا	مات
مانج کر	جِلا دے کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
مِتی	مَست
مَنج	میرے
مُجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
مُحا	مقام
مد	شراب
مَدری	کان کی بالی
مَدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مَرگ	ہرن کی کھال
مُرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے، سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخراپن مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی
مک	مکھ
مک مکاتی	بھکتا
مکٹ مال	مکٹ، سر کا زیور
مکر و داؤ	مکر و فریب
مکہ	پہرہ
ملک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا، مناں	منع
مناب	
منتاں	منت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچنا	بند ہونا
موک	مکھڑا، منہ
موہت	عاشق
موئی	مردہ

موئے تن	مُردہ جسم
مھراٹے	مرہٹے
مھلدار	محل دار
مہتنہ	طعنہ
میگھ	بارش، بادل
مِیل کر	مِل کر
مِیلا	مِلا
مین	ادنیٰ، ذلیل
میہوں	میہنہ

ن

ناڈلے	جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی	نازنیں
نافام کر	نہ سمجھ کر
نانو	نام
نائب	
نِبارڑے	بنائے، نکالے
نِت	ہمیشہ
نِیٹ	فوراً، بالکل، تمام، سراسر
نِپارڑا	تصفیہ کیا
نِرکھا	غور سے
نِرکھانے	غور سے دیکھنے
نرچھل	صاف، خالص
نچل سک	نہ چل سکے، مر سکا
نَد	ندی
نَدھاں	خزانہ
ندے کر	نادے کر
نردھار	نرادھار، بے سہارا
نرمل	صاف، شفاف
نربکھار	جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر	شیر نر
نَزیک	نزدیک
نِس	رات
نسوس کر	نہ محسوس کر
نفا	نفع
نُقرہ	چاندی
نَقل	نخل، کھجور کا درخت
نَک	ناخن
نک	ناک
نکو	نہیں
نکو کرو	مت کرو
نکھیتر	ستارے
نَکھند	مکمل
نلاجا	بے شرم، بے حیاء

نُما	بتا، دِکھا
ننھے	چھوٹے، کم سن
نوا	نیا
نول	عجب، الوکھا، نیا، جدید
نوپرر	نُوتہہ، نو طبق
نُورانا تن	نورانی تن، حسین
نوکھنڈ	نُہ، فلک
نِوایا	جُھکایا
نِہہ	محبّت
نہ کرسی	نہ کر سکے
نہ کس خیسر	کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے
نھاٹنا	چھوڑنا، بھاگنا
نھاس	دوڑ
نھاسنا	دوڑنا، بھاگنا
نِھالی	توشک
نھنواپن	بچپن
نیاؤ	انصاف
نِیب	نیم
نِیر	پانی
نِیراس	نراس، ناامید، مایوس
نِیرپاتن	باولی کا پانی
نیرسیندھن	باولی سے پانی کھینچنا
نیرٹنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش، اچھا
نیک فن	**خوش اخلاق**
نیکل	نکل
نیکھا	نیک، اچھا
نیل کنٹھ	نیل کے کنارے
نیں	نہیں

و

واز آئی	باز آئی
والا	ایک قیمتی باریک کپڑا
واں	وہاں
وُتیاں کو	اُتنوں کو
ور	حاوی
وراس	پلٹ
ورتمان	زمانہ حال
ورہوتا	حاوی ہونا
وزا	وضع
وضا	وضع، طرح

وعدا	وعدہ
ولے	لیکن
ونواس	بن باس
وول	ویسے ہی
ویناگ	مصیبت
ویراگی	بیراگی، سنیاسی
ویل	وقت، گھنٹہ
ویں	تب ہی

ہ

ہاتھ پاؤں لینا کوشش کرنا

ہاک	ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا	چلاّنا
ھانکاسوں	آہوں سے
ہواکو نکلنا	سیر کو نکلنا
ہت	ہاتھ
ہت پاؤ	ہاتھ، پاؤں

ہت متاری کیا

ہودج	ہودہ
ہرتن	ہر شخص
ہری	ہاری
ہست	ہاتھی
ہلاکی	ہلاکت
ہلوہلو	آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں	آہستہ
ہمن کوں	ہم کو ہمیں
ہنڈی	ہانڈی
ھور	اور
ہوّڑ	بازی، شرط
ہُوڑ	جاہل، احمق
ہوسی	ہوگی
ھوّل	پریشانی فکر
ہُوں کہنا	تصدیق کرنا
ہیا	دل
ہیتاں سوں	ہیبت سے
ہویلدار	فوج کا ایک ملازم حولدار
ہیچ	بے عقل، بے وقوف

ی

یاں	یہاں
یاں لگ	یہاں تک
یانہ	یعنی
یکیل	ایک لمحہ
یکٹ	ایک، واحد

یکس کو یکس	ایک سے ایک
یکوجی	شواجی کا علاتی بھائی جو ملازم سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا
یکّہ	یکتا۔ منفرد، اکیلا
۔یکیاں	معاوضہ، قیمت
یکیٹ	تن تنہا
لو	یہ، ان
یئی	یہ ہی۔

